سیف الدولہ حمدانی

از

جناب محمد جمیل الرحمن صاحب۔ ایم اے۔ پروفیسر۔ کلیہ جامعۂ عثمانیہ

ہر کہ آسودگی و راحت جست + دل خود را ز غم شاد نکرد + وان کہ ترسید از جفای خمار +
قدح بادۂ مراد نخورد +

کانت بنو حمدان ملوکا و امراء اوجههم للصباحة والسنتهم للفصاحة و ایدیهم للسماحة و عقولهم للرجاحة : و سیف الدولة مشهور بسیادتهم ، و واسطة قلادتهم : و کان رضی الله عنه وارضاه و جعل الجنة ماواه : غرة الزمان وعماد الاسلام ، و من به سداد الثغور و سداد الامور : وکانت وقائعه فی عصاة العرب یکف باسها و تفل انیابها وتذل صعابها و تکفی الرعیة سوء آدابها : وغزواته تدرك من طاغیة الروم الثار و تحسم شر النفار و تحسن فی الاسلام الآثار : و حضرته مقصد الوفود و مطلع الجود : و قبلة الآمال و محط الرحال ، و موسم الادباء و حلبة الشعراء [۱]۔

(۱)

خلفاء عباسیہ ایرانیوں ، خصوصاً خراسانیوں کو اپنا سب سے بڑا مددگار سمجھتے تھے ، اور شروع سے ھی ان کی حکمت عملی یہ رھی تھی کہ جہاں تک ھوسکے عربوں کو بے دخل کر کے ایرانیوں کو دربار میں ، اور دوسری ملازمتوں میں زیادہ جگہ دی جائے۔ مگر عربوں کو یہ گوارا نہ تھا کہ وھی قوم جسے چند سال قبل وہ اس قدر ذلیل و خوار سمجھتے تھے ، اب ان پر حاوی ھو جائے اور وہ اپنی برتری قائم رکھنے کی کوئی کوشش نہ کریں۔ یہی وجہ تھی کہ شروع سے ھی بنی عباس کا دربار عربوں اور ایرانیوں کی سیاسی جنگ کا اکھاڑا بن گیا تھا۔ مگر عربوں کی کوششیں بار آور نہ ھوئیں۔

---

[۱] ثعالبی : یتیمۃ الدھر۔ مطبوعہ دمشق۔ ج ۱۔ ص ۹۔

خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں عجمی اثرات حد کو پہنچ گئے تھے ، اور برامکہ نہ صرف دربار خلافت بلکہ خود خلیفہ پر بھی حاوی ہوگئے تھے ۔ اب عربوں کی طرف سے اس خاندان وزارت کے خلاف سازشیں شروع ہوئیں ۔ عرب اتنے کامیاب ضرور ہوئے کہ سنہ ۱۸۷ (سنہ ۸۰۲) میں برامکہ بالکل تباہ کردئے گئے ۔ مگر یہ کامیابی محض وقتی ثابت ہوئی ۔ ہارون الرشید کی وفات کے بعد جب امین و مامون میں خانہ جنگی شروع ہوئی تو ایرانیوں کے جوڑ توڑ کا عرب مقابلہ نہ کرسکے ۔ امین کا قتل اور مامون کی خلافت درحقیقت عربوں کی آخری شکست تھی ۔ اس کے بعد عرب سیاسیات سے تقریباً بالکل کنارہ کش ہوگئے ، اور ایرانیوں کے لئے میدان صاف ہوگیا ۔ اب عجمیت نے اپنا رنگ جمایا ، اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خلیفہ مامون کے عہد میں ہی طاہریہ خراسان میں تقریباً خود مختار ہوچکے تھے ۔

مامون کے جانشین ، معتصم ، کو ایرانیوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کے خطرہ کا احساس ہوا ۔ اس وقت دوبارہ عربوں کو ایرانیوں کا مدمقابل بنانا امکان سے باہر تھا ۔ اس لئے معتصم نے وسط ایشیا کے ترکوں کی فوج بھرتی کرنی شروع کی ، اور یہ چاہا کہ اس نئی فوج کو طرح طرح کی مراعات دے کر بالکل اپنا کرلے ، تاکہ آنے والے خلفاء ان پر پورا بھروسہ کرسکیں ، اور ان کے ذریعہ سے ایرانیوں کا زور حتی الامکان توڑا جاسکے ۔ مگر یہی مراعات خلفاء کے لئے زہر ثابت ہوئیں ۔ ترکی فوج رفتہ رفتہ خودسر ہوتی گئی ۔ آخر خلیفہ متوکل کو قتل کرکے یہی ترک ، جن پر معتصم کو اتنا بھروسہ تھا ، خلافت پر پوری طرح حاوی ہوگئے اور خلفاء ان کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن گئے ۔

ایک طرف تو دربار خلافت ترکوں کے قبضہ میں تھا ، اور ترک امراء خلیفہ کو بنا اور بگاڑ سکتے تھے ، دوسری طرف ایرانی برابر اپنے کام میں مشغول تھے ۔ جابجا ان کے حکمران خاندان قائم ہوتے جارہے تھے ، جو اپنے آپ کو خلیفہ کا مطیع اور نائب ظاہر کرتے تھے ، مگر درحقیقت بالکل خود مختار تھے ۔ ترکوں میں بظاہر سلطنت قائم کرنے کی صلاحیت نہ تھی ، مگر باوجود اس کے وہ بھی بعض علاقوں پر قابض تھے ۔ دربار خلافت تو بالکل انہیں لوگوں کے قبضے میں تھا ، جہاں اپنی سازشوں سے یہ برابر خلیفہ کے اقتدار کو نقصان پہنچا رہے تھے ۔

تیسری صدی ہجری (نویں صدی عیسوی) میں خلافت کے مشرقی علاقوں کی یہ حالت تھی کہ طاہریہ زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے ، اور بالآخر سنہ ۲۵۹ (سنہ ۸۷۲) میں صفاریہ کے ہاتھوں برباد ہوئے ۔ مگر صفاریہ بھی زیادہ مدت تک باقی نہ رہے ، اور سنہ ۲۸۷ (سنہ ۹۰۰) میں سامانیوں نے عمرو بن لیث کو شکست دے کر صفاریہ کا خاتمہ کردیا ۔ اب آل سامان مشرق میں سب سے بڑی سلطنت کے مالک تھے ، جس کے حدود ماوراءالنہر سے گذر کر ایران کے ایک بڑے حصے تک پہنچ گئے تھے ۔ صرف عراق خلفاء کے قبضے میں رہ گیا تھا اور خلافیہ پر ترک حاوی تھے ۔ مصر ایک ترک امیر ، احمد بن طولون ، کے قبضے میں تھا ۔ مگر طولونیہ کا اقتدار بھی نقش بر آب ثابت ہوا ، اور سنہ ۳۲۳ (۹۳۴) میں اخشیدی ان کے جانشین ہوئے ۔

جب سیاسی حالات ایسے ہوں تو ظاہر ہے کہ ہر من چلا شخص ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے ، اور اگر کامیاب ہوجائے تو ایک مستقل سلطنت قائم کرلیتا ہے ، جو اس کے جانشینوں کی قابلیت اور حالات وقت کے لحاظ سے زیادہ یا تھوڑی مدت تک باقی رہتی ہے ، اور پھر اس کا نشان صفحہ عالم سے مٹ جاتا ہے ۔ اسی قسم کا ایک شخص حمدان بن حمدون ہے ۔ اس کا تعلق عربوں کے عظیم الشان قبیلہ تغلب سے تھا ۔ اس کی نقل و حرکت کا ابتدائی میدان موصل اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ ہے ، اور موصل ہی اس کی اولاد کی حکومت کا صدر مقام قرار پایا ۔ بنی عباس کے عہد انحطاط میں جتنے خودمختار یا نیم مختار حکمران خاندان انشاء میں ظاہر ہوئے ان میں اگر صرف عربوں کو لیا جائے ، تو سب سے زیادہ مقتدر بنی حمدان تھے ، اور انہیں اپنے عرب ہونے پر فخر تھا ۔

حمدان بن حمدون کے ابتدائی حالات تفصیل سے نہیں ملتے ۔ سب سے پہلے اس کا نام سنہ ۲۷۲ (سنہ ۸۸۵) میں سنا جاتا ہے ۔ یہ خلیفہ معتمد کا آخری عہد تھا ، اور اس زمانے میں ہارون الشاری نامی ایک خارجی موصل کے گرد و نواح میں اپنی فوج لئے گشت لگا رہا تھا ۔ حمدان بن حمدون اس کے ساتھ تھا ۔ ان دونوں نے انجام کار موصل پر قبضہ کرلیا ، مگر بنی شیبان کے مقابلہ میں شکست کھائی ، اور شہر خالی کرنا پڑا ۔ اس کے سات سال بعد سنہ ۲۷۹ (سنہ ۸۹۲) میں ہم حمدان اور ہارون خارجی کو موصل کے متطوعہ کے ساتھ بنی شیبان کے خلاف برسر پیکار پاتے ہیں جس میں آخر ان حلیفوں

کر شکست ہوئی ، اور وہ بمشکل اپنی جان بچا کر بھاگ گے ۔ اسی سال معتمد کے انتقال پر اس کا بھتیجہ معتضد خلیفہ ہوا ، جسے بجا طور پر بنی عباس کا دوسرا بانی کہا جاتا ہے ۔

معتضد نے خلیفہ ہوتے ہی کوشش کی کہ خلافت کو مفسدوں اور باغیوں سے پاک کر دے ۔ سنہ ۲۸۱ (سنہ۸۹۴) میں اس نے موصل کا رخ کیا ۔ اس کا اصلی مقصد قلعہ ماردین کی فتح تھا ، جس پر حمدان بن حمدون قابض تھا ۔ حمدان نے خلیفہ کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ دیکھی ۔ وہ خود تو بھاگ گیا ، مگر قلعہ اپنے بیٹے حسین کے سپرد کر گیا ۔ حسین نے بہت جلد اسے معتضد کے حوالہ کر دیا ۔ اس کامیابی کے بعد خلیفہ نے حمدان کا تعقب کیا ، اور آخر اسے گرفتار کر لیا ۔ خلیفہ نے اس کا قصور معاف کر دیا ۔ مگر سنہ۲۸۲ (سنہ۸۹۵) میں حمدان نے دوبارہ اطاعت سے انحراف کیا ۔ خلیفہ کی فوج نے اس پر چڑھائی کی ۔ حسین نے اس مرتبہ پھر دیر زعفران خلیفہ کے حوالے کرکے خلاصی حاصل کی ۔ اب حمدان کی تلاش ہوی ، اور آخر وہ گرفتار ہوا ۔ اسے سنہ ۲۸۳ (سنہ۸۹۶) تک قید رکھا گیا ، اور پھر معاف کر دیا گیا ۔ سنہ ۲۸۳ (سنہ۸۹۶) میں ہارون قتل ہوا ، اور حمدان کو بے ضرر سمجھ کر آزاد کر دیا گیا ۔

سنہ ۲۸۹ (۹۰۱) میں خلیفہ معتضد نے انتقال کیا ۔ تاریخ سنہ ۲۹۳ (۹۰۱) تک بنی حمدان کے متعلق بالکل خاموش ہے ۔ سنہ ۲۹۳ میں خلیفہ معتضد کے بیٹے اور جانشین مکتفی نے ابوالھیجا عبداللہ بن حمدان کو موصل اور اس کے اعمال کا حاکم مقرر کیا ۔ سنہ ۲۹۴ (سنہ ۹۰۶) میں اس نے خلیفہ کی فوج کی مدد سے موصل کے کردوں کو شکست دے کر اس علاقے میں پورا امن قائم کیا یہ گویا بنی حمدان کے عروج کا آغاز تھا ۔ سنہ۲۹۵ (۹۰۷) خلیفہ مکتفی کا انتقال ہوا ، اور مقتدر اس کا جانشین بنا ۔ مگر مقتدر کی جانشینی بغداد میں ایک انقلاب کا پیش خیمہ تھی ۔ دربار خلافت کے چند امراء عبداللہ بن معتز کے ہمدرد تھے ، اور مقتدر کی جگہ اسے خلیفہ بنانا چاہتے ۔ حسین بن حمدان انھی لوگوں میں شامل تھا ۔ بغداد میں شورش ہوئی ، اور عبداللہ بن معتز کو خلیفہ بنادیا گیا ۔ مگر آخر یہ انقلاب ناکام رہا ، صرف ایک دن کی خلافت کے بعد عبداللہ معزول ہوا ، اور مقتدر کو دوبارہ خلیفہ بنادیا گیا ۔ حسین راتوں رات بغداد سے بھاگا ۔ مقتدر نے اس کے تعقب میں فوجیں بھیجیں ۔ آخر وہ اپنے بھائی ، ابوالھیجا عبداللہ ، کی مدد سے گرفتار ہوا ۔ مگر ایک دوسرے بھائی ، ابراھیم ، کی مفاوش ، پر نہ صرف اس کی خطا معاف ہوئی ، بلکہ اسے قم اور کاشان

کا والی مقرر کیا گیا ۔ سنہ ۲۹۷ (سنہ ۹۰۹) میں حسین نے لیث بن علی بن لیث الصفار کی بغاوت فرو کرنے میں مونس المظفر کو مدد دی ۔ سنہ ۳۰۱ (سنہ ۹۱۳) میں ابوالھیجا کو موصل کے معزول کیا گیا ۔ اب اس نے بغاوت کی ۔ مگر جب مونس المظفر کا سامنا ہوا تو فوراً اطاعت قبول کر کے بغداد حاضر ہو گیا ۔ خلیفہ نے خلعت بخش کر اس کی عزت افزائی کی اور سنہ ۳۰۲ (سنہ ۹۱۴) میں اسے دوبارہ موصل کا حاکم مقرر کر دیا ۔ سنہ ۳۰۳ (سنہ ۹۱۵) میں وزیر، علی بن عیسٰی، نے حسین بن حمدان سے حساب کا مطالبہ کیا ۔ اس پر اس نے فوراً بغاوت کر دی، مگر شکست کھا کر گرفتار ہوا، اور بغداد میں قید کیا گیا ۔ اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ مقتدر نے ابوالھیجا اور اس کے دوسرے بھائیوں کو بھی قید کر دیا ۔ مگر دو برس بعد پھر ان سب کو رہا کر دیا گیا ۔ سنہ ۳۰۶ (سنہ ۹۱۸) میں حسین کو فوج دے کر یوسف ابن ابی الساج کے خلاف بھیجا گیا ۔ معرکہ میں حسین کام آیا ۔ سنہ ۳۰۸ (سنہ ۹۲۰) میں ابوالھیجا اور اس کے دو بھائیوں ابوالعلاء اور ابوالسرایا کی پھر عزت افزائی ہوئی، اور ابوالھیجا کو موصل کا والی مقرر کیا گیا ۔ سنہ ۳۱۴ (سنہ ۹۲۶) میں کردوں نے اس کے خلاف بغاوت کی، مگر کامیاب نہ ہوئے ۔ اسی سال ابوالھیجا کے اقتدار میں اور اضافہ ہوا، اور موصل کا خراج اور ضیاع بھی اسی کی نگرانی میں دے دیے گئے ۔ اس کے ایک سال بعد ابوالھیجا نے مونس المظفر کو قرامطہ کے فساد کے انسداد میں مدد دی ۔

سنہ ۳۱۷ (سنہ ۹۲۹) میں بغداد پھر ایک انقلاب کا میدان بنا ۔ مقتدر دوسری مرتبہ معزول کیا گیا ۔ اور اس کا بھائی قاھر اس کا جانشین ہوا ۔ ابوالھیجا بھی اس شورش میں شریک تھا، اور مقتدر کے تمام گزشتہ احسانات کو فراموش کر کے قاھر کا ہمدرد بن گیا تھا ۔ یہ انقلاب بھی پہلے کی طرح ناکام رہا، اور مقتدر چند روز کے بعد پھر خلیفہ ہو گیا ۔ اسی شورش میں ابوالھیجا قتل ہوا ۔ مگر موت سے پہلے وہ موصل میں اپنی حکومت اتنی مستحکم کر چکا تھا کہ اس کی موت کا کوئی برا اثر اس کے خاندان پر نہیں پڑا ۔ مقتدر نے اس کے بیٹے حسن کو، جو تاریخ میں ناصرالدولہ کے نام سے مشہور ھے، ابوالھیجا کے تمام علاقوں کا حاکم مقرر کر دیا ۔ سنہ ۳۱۸ (سنہ ۹۳۰) میں حسن کی جگہ اس کے چچا سعید اور نصر موصل کے حاکم بنائے گئے، اور حسن کو دیار ربیعہ، نصیبین، سنجار، خابور، رأس عین، اور دیار بکر میں سے میافارقین اور ارزن کا والی مقرر کیا گیا ۔

سنه ۳۲۱ (سنه ۹۳۳) میں مشرق میں ایك نیا حکمران خاندان ظاهر هوا - یه دیلم کے رهنے والے بنی بویه تھے - انہوں نے نہایت سرعت کے ساتھ ترقی کی، اور صرف تیره برس کے مختصر زمانه میں ان کے سلطان معزالدوله بن بویه نے بغداد پر قبضه کر کے خلیفه مستکفی پر قابو حاصل کرلیا -

اس اثناء میں خلیفه مقتدر اپنے سپه سالار مونس المظفر کے خلاف لڑتا هوا سنه ۳۲۰ (سنه ۹۳۳) میں قتل هوا - مقتدر بنی عباس کا آخری خلیفه تھا جس کے عہد میں خود مختاری کے آثار پائے جاتے تھے، جو وزراء مقرر کرتا تھا ، اور جس کا دربار گذشته خلفاء کی طرح پر شکوه هوتا تھا - اس کے بعد قاهر، راضی، اور متقی نہایت کمزور خلیفه تھے، اور ان کا دربار تین ترك امراء محمد بن رائق، بریدی اور بجکم کے فساد وعناد کا میدان تھا - یه فساد اس وقت ختم هوا جب سنه ۳۳۳ (سنه ۹۴۴) میں معزالدوله بن بویه نے بغداد پر قبضه کرلیا - ان درباری جھگڑوں میں ابوالهیجا کے بیٹوں ابومحمد حسن الملقب به ناصرالدوله اور ابوالحسن علی الملقب به سیف الدوله نے بڑا نمایاں حصه لیا اور یہیں سے ان کی شهرت شروع هوئی -[۱]

(۲)

ابوالهیجا عبد الله بن حمدان کا دوسرا بیٹا علی ، اتوار کے دن ۱۷ ذی الحجه سنه ۳۰۳ (جون سنه ۹۱۶) کو یا ایك روایت کے مطابق سنه ۳۰۱ هجری [۲] میں بمقام موصل پیدا هوا - اس وقت ابوالهیجا موصل کا حاکم تھا - علی کی زندگی کے ابتدائی حالات بالکل معلوم نہیں ، اور نه اس کا علم هے که اس نے کس عمر میں سیاسی اور فوجی کاموں میں حصه لینا شروع کیا - بظاهر معلوم هوتا هے که شروع میں وه اپنے بھائی حسن کے احکام کی تعمیل کرتا تھا - سب سے پہلے اس کا نام سنه ۳۲۴ (سنه ۹۳۶) کے آخر میں سننے میں آتا هے - اس سال اسے دمستق [۳] کے خلاف بھیجا گیا تھا ، جو ایك یونانی فوج لئے آمد اور سمیساط پر حمله کرنے کی تیاری کر رها تھا - علی کو دمستق کے

---

[۱] بنی حمدان کے ابتدائی حالات ابن اثیر - ج ۷ ، ۸ سے ماخوذ هیں - [۲] ابن خلکان ، ج ۱ - ص ۳۶۶ - ابن تغری بردی - ج ۲ - ص ۱۹۷ - [۳] Domesticus - ایشیاء میں بازنطینی سپه سالار کا لقب تھا -

مقابلے میں چند لڑائیاں پیش آئیں جن میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت زیادہ کامیاب نہیں ہو کیونکہ انجام کار دمستق نے سمیساط پر قبضہ کر لیا تھا [۱]۔

بہر کیف سنہ ۳۲۴ (سنہ ۹۳۶) سے سنہ ۳۳۳ (سنہ ۹۴۴) تک جب علی نے شام کا علاقہ فتح کیا، اس کی زندگی زیادہ تر، اپنے بھائی حسن کو مدد دینے میں گزری۔ حسن دربار خلافت کے تمام جھگڑوں اور سازشوں میں شریک تھا، اور اسے اکثر علی کی مدد کی ضرورت پڑتی تھی۔ پھر بھی سنہ ۳۲۹ (سنہ ۹۴۰) تک علی کا نام تاریخ میں نہیں آتا۔ ۲۲۔ یا ۲۳۔ رجب سنہ ۳۲۹ کو ترک امیر، بجکم، جو خلافت پر اتنا حاوی ہوگیا تھا کہ اسی کے حکم سے متقی کو خلافت نصیب ہوئی تھی۔ [۲] بصرہ کے قریب شکار کھیلتا ہوا ایک کرد کے ہاتھوں قتل ہوا [۳]۔ لیکن اس کے بعد بریدی نے بغداد پر قبضہ کرکے وہاں وہ مظالم کئے کہ خدا کی پناہ۔ آخر خلیفہ متقی اپنے دو بیٹوں اور ایک امیر، محمد بن رائق، کو لے کر بغداد سے نکلا۔ خلیفہ نے حسن کو مدد کے لئے لکھا، اور حسن نے اپنے بھائی علی کو خلیفہ کے پاس بھیجا [۴]۔ ان دونوں کی ملاقات تکریت میں ہوئی، اور اب خلیفہ کے قافلے نے موصل کا رخ کیا۔ ادھر جب حسن کو ان کے موصل کی طرف بڑھنے کا حال معلوم ہوا تو وہ وہاں سے نکل کر معلثایا چلا گیا، اور جب تک ابن رائق نے امان کا پورا عہد و پیمان نہ کر لیا واپس نہ آیا۔ اس پر بھی اس نے یہ احتیاط کی کہ موصل کے قریب دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر ٹھہر گیا۔ ۲۰ رجب سنہ ۳۳۰ کو خلیفہ متقی کا بیٹا، امیر ابو منصور، اور ابن رائق، حسن سے ملنے کے لئے آئے۔ جب واپس جانے لگے تو ابو منصور تو سوار ہوگیا۔ مگر حسن نے ابن رائق کو روکنا چاہا۔ ابن رائق نے عذر کیا۔ اور کسی اور دن آنے کا وعدہ کیا۔ باتوں کے دوران میں ابن رائق کا ایک پیر رکاب میں تھا۔ حسن نے زیادہ اصرار کیا اور اس کی آستین پکڑ کر کھینچی۔

---

[۱] ابن تغری بردی۔ ج ۲۔ ص ۲۷۸۔ [۲] ابن اثیر۔ ج ۸۔ ص ۱۲۹۔
[۳] ابن مسکویہ۔ ج ۲۔ ص ۱۰۔ ابن اثیر۔ ج ۸۔ ص ۱۲۹۔ [۴] یہ ابن اثیر (ج ۸۔ ص ۱۳۵) کا بیان ہے۔ ابن مسکویہ (ج ۲۔ ص ۲۷) لکھتا ہے کہ ابن رائق نے حسن سے مدد مانگی تھی، اور اس نے علی کو بھیجا تھا۔

ابن رائق کا پیر پھسلا - گھوڑا بھاگ کے کھڑا ہوا - اور ابن رائق وھیں گر گیا - حسن نے اپنے آدمیون کو آواز دی - جنہون نے موقع پر پہنچ کر ابن رائق کا کام تمام کر دیا - [۱] -

ابن رائق کے قتل نے حسن کے لئے راستہ صاف کر دیا - خلیفہ متقی نے خوش ہو کر یکم شعبان سنه ۳۳۰ (سنه ۹۴۰) کو ابو محمد حسن کو ناصر الدوله کا ، اور اس کے بھائی ابو الحسن علی کو سیف الدوله کا خطاب دے کر ناصر الدوله کو امیر الامراء بنادیا [۲] - دوسری طرف اخشید ، [۳] حاکم مصر ، دمشق پہنچا - شام کا علاقه ابن رائق کے قبضے میں تھا ، اور اس کی طرف سے محمد بن یزداد وھان کا حاکم تھا [۴] - مگر محمد نے اپنی بہتری اس میں دیکھی که دمشق اخشید کے حوالے کر دے - اس طرح شام اخشید کے قبضے میں آ گیا [۵] - یہی اخشید شام میں سیف الدوله کا مد مقابل تھا -

ناصر الدوله کی کامیابی کی خبر سن کر ، بریدی بغداد سے بھاگا - ادھر خلیفه متقی ناصر الدوله ، سیف الدوله اور فوج کو همراه لے کر بغداد پہنچا ھی تھا که معلوم ھوا که بریدی نے واسط سے پھر بغداد کا رخ کیا ھے [۶] - بریدی کے متعلق اھل بغداد کا تجربه اس قدر تلخ تھا که وه اس خبر سے سخت گھبرائے - خلیفه نے بنظر حفاظت اپنے حرم کو سر من رائے بھیج دیا ، اور خود ناصر الدوله کے پاس چلا گیا [۷] - سیف الدوله کی سرکردگی میں ایك فوج بریدی کے مقابلے کے لئے بھیجی گئی - مدائن سے دو فرسخ کے فاصله پر کیل میں فریقین کا مقابله سنه ۳۳۰ (سنه ۹۴۰) میں ذی القعده کی آخری تاریخ کو ھوا - جنگ چار روز تك جاری رھی - آخر سیف الدوله نے شکست کھائی اور مدائن میں پناه لی - یہان ناصر الدوله بھی موجود تھا - اس نے تازه دم فوج دے کر سیف الدوله کو دوباره بھیجا -

---

[۱] ابن اثیر - ج ۸ - ص ۱۳۵ - [۲] ابن مسکویه - ج ۲ - ص ۲۸ - ابن اثیر - ج ۸ - ص ۱۳۵ - [۳] ابوبکر محمد بن ابی محمد طغج بن جف ، حاکم مصر ، جسے خلیفه راضی نے اخشید ، یعنی ملك الملوك کا خطاب دیا تھا - ابن خلکان - ج ۲ - ص ۱۴ ، الخ -

[۴] یه ابن اثیر (ج ۸ - ص ۱۳۵) کا بیان ھے - لیکن زبدة الحلب (ص ۴۰) میں ھے که محمد بن یزداد حلب کا حاکم تھا نه که دمشق کا - [۵] ابن اثیر - ج ۸ - ص ۱۳۰ -

[۶] ابن مسکویه - ج ۲ - ص ۲۹ - [۷] ایضاً - ابن اثیر نے اس کا ذکر نہیں کیا -

اس مرتبہ بریدی کو شکست ہوئی، اور اس کے سر بر آوردہ آدمی گرفتار ہوئے۔ مگر سیف الدولہ کی فوج بھی اسقدر مجروح تھی کہ بریدی کا تعقب نہ کرسکی، اور وہ واسط واپس چلا گیا [۱]۔ چند روز آرام لینے کے بعد سیف الدولہ نے بریدی کا تعقب کرنا چاہا۔ مگر معلوم ہوا کہ وہ بصرہ میں ہے۔ اس لئے سیف الدولہ واسط میں ہی ٹھیر گیا۔

سیف الدولہ کا ارادہ واسط میں قیام کرنے کا نہ تھا، بلکہ وہ بریدی کے تعقب میں بصرہ جانا چاھتا تھا، اور ناصرالدولہ کے پاس سے مالی امداد کا منتظر تھا۔ اس میں دیر ہوئی، اور اس کے نتائج سیف الدولہ کے لئے برے نکلے۔ ترک سپاھیوں کو جب رقم نہ ملی تو ناراض ہوگئے۔ دو ترک امیر، توزون اور خجخج، جو پہلے بریدی کے ساتھ تھے، اور اب بنی حمدان سے مل گئے تھے، انھون نے علانیہ مخالفت شروع کی اور سیف الدولہ سے گستاخی سے پیش آئے۔ ابن اثیر اور ابن مسکویہ دونوں نے بیان کیا ھے کہ سیف الدولہ ترک امیرون اور سپاھیون کے سامنے عراق کی مذمت کیا کرتا تھا، اور چاھتا تھا کہ یہ لوگ اسے شام کے فتح کرنے میں مدد دیں [۲]۔ مگر ترک اس پر راضی نہ ہوئے، اور جب سیف الدولہ رقم کے متعلق ان کے مطالبات پورے نہ کرسکا تو سلخ شعبان سنہ ۳۳۱ (سنہ ۹۴۱) کو رات کے وقت اچانک اس پر ٹوٹ پڑے۔ اب سیف الدولہ نے واسط سے بھاگ کر بغداد میں پناہ لی۔ ترکون نے اس کی چھاؤنی کو جلا ڈالا اور جو رقم انھیں مل سکی لوٹ لی۔ ان واقعات سے ناصرالدولہ اتنا گھبرایا کہ وہ سیف الدولہ کو ساتھ لے کر بغداد سے موصل چلا آیا۔

سیف الدولہ کے واسط سے جانے کے بعد توزون اور خجخج میں بگاڑ ہوا۔ سیف الدولہ نے اس سے فائدہ اٹھانا چاھا، اور پھر بغداد آیا۔ یہاں سے اس نے توزون سے لڑنے کے لئے خلیفہ متقی سے

---

[۱] ابن مسکویہ ج ۲۔ ص ۲۹ ۔ ابن مسکویہ (ج ۲۔ ص ۲۸) کا بیان ھے کہ یہ موقع تھا کہ جب خلیفہ متقی نے علی کو سیف الدولہ کا خطاب دیا ھے۔ ابن رائق کے قتل پر حسن کو ناصر الدولہ کا خطاب دیا گیا تھا، اور علی کو صرف خلعت عطا کی گئی تھی۔ [۲] ابن مسکویہ ج ۲۔ ص ۳۰۔ ابن اثیر۔ ج ۸۔ ص ۱۶۰ ۔

ایک بھاری رقم کا مطالبہ کیا۔ مگر قبل اسکے کہ اس امر کا فیصلہ ہو سکے توزون بغداد کے قریب پہنچ گیا، اور سیف الدولہ نے وہاں سے بھاگ جانے میں اپنی بہتری سمجھی۔ توزون کے لئے اب میدان صاف تھا۔ وہ بغداد میں داخل ہوا، اور خلیفہ متقی نے اسے امیر الامراء بنا دیا۔ مگر نئے امیر الامراء اور خلیفہ میں بہت جلد ناچاقی ہو گئی۔

سیف الدولہ توزون کے ڈر سے بغداد سے بھاگ کر سیدھا موصل پہنچا، اور سنہ ۳۳۲ (سنہ ۹۴۳) میں اس نے پھر بغداد کا رخ کیا۔ اس وقت توزون واسط میں تھا۔ اس نے تھوڑی سی فوج وہاں چھوڑی اور خود بغداد پہنچ کر باب شماسیہ پر خیمہ زن ہوا۔ ادھر ناصر الدولہ دریائے دجلہ کے راستے تکریت آیا، اور خلیفہ کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ سیف الدولہ اور توزون کا مقابلہ تکریت سے دو فرسخ کے فاصلہ پر ہوا۔ سیف الدولہ نے شکست کھائی۔ دوسری جنگ بغداد اور تکریت کے درمیان حربہ میں ہوئی، اور سیف الدولہ کو پھر شکست ہوئی۔ اب اسے موصل میں بھی پناہ نہ ملی۔ وہ ناصر الدولہ، متقی اور تمام خدم وحشم کے ساتھ نصیبین چلا گیا، اور توزون موصل پر قابض ہو گیا۔ خلیفہ اپنے حرم کو لے کر نصیبین سے رقہ پہنچا، جہاں سیف الدولہ اس سے آملا۔ اب توزون اور خلیفہ میں خط وکتابت شروع ہوئی؛ آخر یہ قرار پایا کہ موصل کا علاقہ تین سال کے لئے ناصر الدولہ کے حوالے کر دیا جائے، اور ناصر الدولہ ہر سال (۳۰۰۰۰۰۰) درہم توزون کو ادا کرے۔ موصل پر دوبارہ بنی حمدان کا قبضہ ہو گیا، اور خلیفہ انہیں کے ساتھ رہا۔ مگر چندھی روز میں بنی حمدان خلیفہ کی مہمانی سے اکتا گئے۔ متقی نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ کوئی اور جائے پناہ تلاش کرے۔ آخر توزون کے وعدوں سے دھوکے میں آ کر وہ بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ ۲۵ یا ۲۶ محرم سنہ ۳۳۳ (سنہ ۹۴۴) کو وہ ھیت پہنچا، جہاں توزون نے نہایت عزت واحترام سے اس کا استقبال کیا، مگر پھر اسے اندھا کر کے خلافت سے الگ کر دیا۔ توزون ھی کے حکم سے معتضد کا بیٹا مستکفی باللہ خلیفہ بنایا گیا۔

مستکفی کی خلافت کو ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ سلطان معز الدولہ بن بویہ نے بغداد پر قبضہ کر کے تمام جھگڑوں کا خاتمہ کر دیا۔ اب نہ سازشیں رھیں، نہ مختلف امراء کی خانہ جنگیاں، اور بنی حمدان کو بغداد میں اقتدار حاصل کرنے کی جو توقعات تھیں وہ سب خاک میں مل گئیں۔

ابن اثیر کے حوالے سے ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ ابن رائق کے قتل کے بعد اخشید، حاکم مصر، نے سنہ ۳۳۰ (سنہ ۹۴۱) میں دمشق پر قبضہ کر لیا تھا، اور شام کا علاقہ، جس پر اس سے قبل اخشید متعدد حملے کر چکا تھا، اس کی سلطنت کا ایک حصہ بن گیا تھا۔ ادھر سنہ ۳۳۲ (سنہ ۹۴۴) تک سیف الدولہ کی حیثیت خلیفہ کے ایک ملازم اور ناصر الدولہ کے ماتحت کی سی تھی۔ اس سال سیف الدولہ نے گذشتہ خدمات کے صلے میں اپنے بھائی سے مطالبہ کیا کہ اسے کسی صوبے کا حاکم بنا دیا جائے۔ اس کا جواب ناصر الدولہ نے یہ دیا کہ "شام تمہارے سامنے ہے، اور وہاں تمہاری مزاحمت کرنیوالا کوئی نہیں"، [۱]۔

وقت اور موقع بھی مناسب تھا، کیونکہ ابن رائق کے قتل اور اخشید کے قبضے کے بعد شام میں امن و امان کی صورت اب تک پیدا نہ ہوئی تھی [۲] سنہ ۳۳۳ (سنہ ۹۴۴) اخشید رقہ سے حلب آیا اور حلب سے مصر چلا گیا. جانے سے پہلے اس نے ابوالفتح عثمان بن سعید الکلابی کو حلب کا حاکم مقرر کیا۔ بنی کلاب کو اس وجہ سے ابوالفتح سے حسد پیدا ہوا۔ اور انہوں نے اسے نقصان پہنچانے کی غرض سے سیف الدولہ کو حلب آنے کی دعوت دی [۳]۔ سیف الدولہ کی نظر پہلے ہی سے شام پر تھی؛

---

[۱] زبدۃ الحلب ص ۵۱ — [۲] فریٹاگ (ص ۱۷۸) نے لکھا ہے کہ ناصر الدولہ نے یہ الفاظ سنہ ۳۳۰ (سنہ ۹۴۱) میں اس وقت کہے تھے جب ابن رائق کے قتل کے بعد وہ امیرالامراء مقرر ہوا تھا، اور اپنے اختیار سے وہ اس قسم کے تقررات کر سکتا تھا۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ سیف الدولہ نے ترکوں سے شام کے متعلق ساز باز کی تھی۔ مگر یہ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ اول تو صراحت کے ساتھ سیف الدولہ کو شام کا حاکم نہیں مقرر کیا گیا، بلکہ اس کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شام کی حالت ایسی ہے کہ اس پر قبضہ کر لینا آسان بات ہے۔ اس کے علاوہ ہم بیان کر چکے ہیں سنہ ۳۳ میں سیف الدولہ نے واسط میں ترکوں سے شام کے متعلق گفتگو کی تھی، مگر اسے کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ یہ ناممکن ہے کہ سنہ ۳۳۰ سے سنہ ۳۳۳ تک سیف الدولہ خاموش بیٹھا رہا ہو، بلکہ قیاس غالب یہی ہے کہ وہ سنہ ۳۳۳ میں سب سے پہلے شام کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ [۳] زبدۃ الحلب ص ۱۰۔ حلب کا شہر ایک میدان میں واقع ہے، جو پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس میدان کو نہر قویق سیراب کرتی تھی، اور اسی دریا کے جانبین کنارے پر حلب آباد ہے۔ دیکھو صدر الدین. ص ۲۱ —

مگر اسے معلوم تھا کہ منظم اور ترتیب یافتہ فوج کی مدد کے بغیر اس پر قبضہ کرنا ناممکن ھے، خصوصاً اس وجہ سے جب کہ شام اخشید کی فتح کے بعد سلطنت مصر کا ایک حصہ بن چکا تھا، اور اس پر حملہ کرنا اخشید سے جنگ مول لینا تھا۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ھے کہ ابن رائق کے قتل کے بعد امیرالامراء ھونے کی حیثیت سے ناصرالدولہ دیار مصر اور شام کا مالک تھا؛ اور اس نے علی بن خلف کو ان پر حاکم مقرر کیا تھا۔ ابن رائق کی طرف سے محمد بن علی بن مقاتل حلب کا حاکم تھا۔ علی بن خلف نے اسے شکست دے کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد سنہ ۳۳۱ (سنہ ۹۴۲) نے اپنے آپ کو اخشید کے سپرد کر دیا، اور اس کا وزیر مقرر ھوا۔ اب مونس المظفر کا مولے یانس [۱]، جو یانس المونسی کے نام سے مشہور ھے، حلب میں رہ گیا، لیکن اس نے بھی اخشید کی اطاعت قبول کرلی، اور اس کا نام خطبوں پڑھوایا۔

توزون اور ناصرالدولہ میں جو معاھدہ ھوا تھا اس کے مطابق شام ناصرالدولہ کے حصے میں آیا تھا۔ اس نے سنہ ۳۳۲ (سنہ ۹۴۳) میں ابن رائق کے پرانے وزیر محمد بن علی بن مقاتل کو اس شرط پر حلب کا حاکم مقرر کیا کہ جب کبھی ناصرالدولہ حلب آئے تو ابن مقاتل (۵۰۰۰۰) دینار بطور نذرانہ پیش کرے۔ لیکن یہ نیا حاکم، جو موصل سے متعدد امراء کو ساتھ لے کر روانہ ھوا تھا، ابھی اپنے مستقر بھی نہیں پہنچا تھا کہ موصل میں سیف الدولہ اور اس کے چچا زاد بھائی حسین بن سعید بن حمدان میں جھگڑا ھوا۔ ناصرالدولہ نے اس خاندانی فساد کو اس طرح فرو کیا کہ حسین بن سعید کو حلب دے دیا، اور وعدہ کیا کہ شام کا جو علاقہ وہ فتح کریگا وہ اسی کو دے دیا جائیگا۔ حسین اپنے صوبے کا جائزہ لینے کے لئے رجب سنہ ۳۳۳ (مارچ سنہ ۹۴۴) کو موصل سے روانہ ھوا۔ اس نے ابن مقاتل کی مدد سے یانس اور احمد بن عباس الکلابی کو نہ صرف حلب سے نکال دیا، بلکہ معرۃ النعمان، اور اس سے آگے حمص

---

[۱] اغلب یہ ھے کہ یانس یونانی غلام تھا جس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ مونس المظفر کی خدمت میں رھنے کے بعد اسے آزادی مل گئی تھی۔ اس وجہ سے وہ یانس المونسی کہلاتا تھا

تک ان کا تعقب کیا۔ حمص میں اسحاق بن کیغلغ حاکم تھا۔ اس نے بھی شہر خالی کر دیا۔ اس فتح کے بعد خانہ بدوش عرب قبائل نے حسین کی اطاعت قبول کر لی، اور ماہ رجب میں ھی وہ حلب میں داخل ہوا۔ لیکن ذی الحجہ میں اسے اس وجہ سے شہر خالی کرنا پڑا کہ اخشید مصر کی فوجیں لئے حلب کی طرف بڑھ رہا تھا، اور حسین میں اس کے مقابلے کی ہمت نہ تھی۔ حسین حلب سے رقہ چلا گیا۔ سیف الدولہ یہاں پہلے سے موجود تھا، کیونکہ ناصر الدولہ سے اس وقت اس کی ان بن تھی، اور خلیفہ نے اسے رقہ میں روک رکھا تھا۔ حسین کے فرار کے بعد ابن مقاتل، جو حلب میں اس کے ساتھ تھا، چند روز روپوش رہا، اور پھر اس نے اپنے آپ کو اخشید کے حوالے کر دیا۔ اخشید اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آیا، اور اسے صاحب الخراج اور مصر کی جاگیروں کا منتظم مقرر کر دیا۔

حلب سے بھاگ کر حسین رقہ آیا تو خلیفہ کے حکم سے اسے شہر میں داخل ہونے سے روک دیا گیا، اور وہ حران ہوتا ہوا موصل چلا گیا۔ آخر سیف الدولہ اور حسین میں صلح ہو گئی۔ ادھر اخشید رقہ میں خلیفہ کی خدمت میں باریاب ہوا، اور خلیفہ نے اسے اور اس کے بیٹے انوجور کو تیس برس کے لئے مصر و شام بخش دیا۔ مصر واپس ہونے سے پہلے اخشید نے ابوالفتح عثمان بن سعید الکلابی کو حلب کا حاکم مقرر کیا۔ یہی شخص ھے جس کے زمانہ میں اهل حلب نے سیف الدولہ کو وہاں آنے کی دعوت دی تھی۔

سیف الدولہ نے فوج جمع کر کے حلب کا رخ کیا۔ ایک تو سیف الدولہ کو اس کا علم تھا کہ ابوالفتح اپنے اهل قبیلہ کی مخالفت سے واقف ہوتے ہوئے اس کا مقابلہ نہ کریگا، اور دوسری طرف ابوالفتح جانتا تھا کہ وہ بلا مدد غیرے سیف الدولہ سے بازی نہیں لے جا سکتا۔ اس لئے جب سیف الدولہ حلب کی طرف چلا تو خود ابوالفتح اس کے استقبال کے لئے نکلا، اور دریائے فرات کے کنارے دونوں کی ملاقات ہوئی۔ سیف الدولہ نے اس کی اتنی عزت افزائی کی کہ اسے اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھا لیا راستہ میں برسبیل گفتگو سیف الدولہ اس سے ان قریوں کے نام دریافت کرتا تھا، جس میں سے وہ گزرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ علاقہ فایا [۱] کے گاؤں ابرم میں سے گزرے۔ سیف الدولہ نے گاؤں کا نام پوچھا،

---

[۱] فایا منبج اور حلب کے درمیان ایک وسیع علاقہ کا نام تھا، اور منبج کا شہر اسی علاقہ میں واقع تھا۔ یہ علاقہ ان دونوں شہروں کے جنوب میں وادیٔ بطنان کے قریب ھے۔

اور ابو الفتح نام نے بتا دیا۔ یہ سمجھ کر کہ ابو الفتح اُس کے سوالات سے تنگ آگیا ھے، سیف الدولہ اس کے بعد خاموش ہوگیا [۱]۔ ابو الفتح اس خاموشی کے معنے سمجھ گیا، اور اُس نے قسم کھا کر کہا کہ واقعی اس گاؤں کا نام ابرم ھی ھے۔ سیف الدولہ اُس کی فہم و فراست سے ایسا حیران ہوا کہ حلب پہنچ کر اُسے اپنے ساتھ تخت پر جگہ دی۔ وہ پیر کے دن ۸ ربیع الاول سنہ ۳۳۳ (۹ اکتوبر سنہ ۹۴۴) کو حلب میں داخل ہوگا [۲]۔

حلب آکر سیف الدولہ نے پہلا کام یہ کیا کہ قاضی احمد بن محمد بن ماثل کو معزول کر کے ابو حصین علی بن عبد الملك بن بدر بن ھیثم الرقی کو اُس کی جگہ مقرر کیا۔ نئے قاضی نے سیف الدولہ کی خدمت اس تندھی سے کی کہ جب کوئی مرجاتا تو اُس کی تمام جائداد بحق سرکار ضبط کرلیتا [۳]۔ اس کا اعتراف کرنا پڑتا ھے کہ سیف الدولہ نے اس خلاف قانون کارروائی سے چشم پوشی کی؛ اس کی وجہ صرف یہ ہوسکتی ھے کہ اُسے رقم کی سخت ضرورت تھی، اور وہ اسے کسی نہ کسی طرح حاصل کرنا چاھتا تھا۔

ابھی سیف الدولہ فتح حلب سے پوری طرح فارغ بھی نہ ہوا تھا کہ دمستق نے اُس کی پریشانی اور حلب کی ابتری سے فائدہ اٹھا کر اسلامی سرحد پر حملہ کیا؛ بغراس اور مرعش پر ٹوٹ پڑا،

---

[۱] عربی میں ابرام کے معنے تنگ آجانے کے ھیں۔ اسی لئے سیف الدولہ نے ابو الفتح کی زبان سے یہ الفاظ سن کر خیال کیا تھا کہ ابو الفتح سوالات کا جواب دیتے دیتے اکتا گیا ھے۔ ظاھر ھے کہ یہاں یہ لفظ علم ھے فعل نہیں۔ [۲] فریٹاگ۔ ص ۱۸۰۔ زبدة الحلب ص ۴۸ - ۵۲ ـ ابو الفداء (ج ۲ - ص ۹۳) اور ابن اثیر (ج ۸ - ص ۱۶۰) نے ابو الفتح کا ذکر نہیں کیا، بلکہ لکھا ھے کہ صرف یانس المونسی اُس وقت حلب میں تھا، اور اُسی سے سیف الدولہ نے شہر فتح کیا تھا۔ انھوں نے یہ بھی بیان کیا ھے کہ حلب کی فتح کے بعد سیف الدولہ نے حمص پر حملہ کیا تھا، اور اخشید کی فوج کو شکست دے کر اُس پر قابض ہوگیا تھا، مگر دمشق فتح کرنے میں ناکام رہا تھا۔ ابن تغری بردی (ج ۲ - ص ۳۰۷) نے بھی ابو الفتح کا ذکر نہیں کیا، اور یانس المونسی ھی کو حلب کا حاکم بتایا ھے۔ [۳] زبدة الحلب ص ۵۲۔

اور تمام علاقے کو خوب دل کھول کر تاخت و تاراج کیا [۱]۔ سیف الدولہ نے ان حملوں کا بدلہ لینا ضروری سمجھا۔ وہ یونانیوں کے علاقے میں داخل ہوا، اور دمستق کے حملے کا بدلہ اس طرح لیا کہ صفصاف پر تاخت کی، جو مصیصہ کی سرحد پر واقع ہے۔ وہ عرنسوس تک پہنچا، اور سالم وغانم واپس آیا۔ لیکن وہ اس فتح سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ کیونکہ اسی وقت اسے معلوم ہوا کہ اخشید کی فوج، یانس اور کافور کی سرکردگی میں، اس کے مقابلے کے لئے آ رہی ہے۔ یونانی مہم کے مال غنیمت کو ساتھ لئے ہوئے وہ پلٹا اور رستن [۲] کے مقام پر دشمن کا مقابلہ کیا۔ کافور اس کے پہلے ہی حملے کی تاب نہ لاسکا۔ شکست خوردہ فوج رستن کے قریب نہر العاصی [۳] کے پل کی طرف بھاگی، اور سپاہیوں کی بڑی تعداد دریا میں کود پڑی۔ سیف الدولہ نے حکم دیا کہ یہ لوگ قتل نہ کئے جائیں، کیونکہ اس نے کہا کہ "مال غنیمت تمہارا ہے، اور لوگوں کی جانیں میری"۔ چار ہزار قیدی، جن میں بعض امراء بھی شامل تھے، سیف الدولہ کے ہاتھ آئے [۴] کافور کی پوری چھاؤنی بھی فاتحین کے قبضے میں آ گئی۔ کافور، براہ حمص، دمشق پہنچا، اور اخشید کو اپنی شکست کی اطلاع دی۔ سیف الدولہ نے تمام قیدی رہا کر دئے۔ اس سے فائدہ یہ ہوا کہ یہ لوگ اس کے اتنے احسان مند ہوئے کہ اسے ان کی طرف سے بالکل اطمینان ہو گیا۔

---

[۱] ابن تغری بردی ج ۲۔ ص ۳۰۷۔ مگر زبدۃ الحلب (ص ۵۲) کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقدام سیف الدولہ کی طرف سے ہوا تھا۔ یہ قرین قیاس نہیں کہ سیف الدولہ جسے حلب میں اب تک استحکام حاصل نہیں ہوا تھا۔، اس طرح اقدام کا خیال بھی کرتا۔ ابن اثیر (ج ۸۔ ص ۱۶۰) اور ابوالفدا (ج ۲ ص ۹۳) نے بیان کیا ہے کہ جنگ یونان ہی کی طرف سے شروع ہوئی تھی، بلکہ ان کی فوجیں حلب کے قریب تک پہنچ گئیں تھیں۔ سیف الدولہ کی فوج کشی محض دفاعی تھی۔ بغراس اور مرعش دو سرحدی قلعے ہیں۔ دیکھو یاقوت، اور لی اسٹرینج۔ [۲] رستن حماۃ اور حمص کے درمیان نہرالعاصی کے کنارے ایک چھوٹا سا شہر ہے، دیکھو یاقوت لفظ الرستن۔ [۳] Orontes۔ اسے المیماس، المیاس، المقلوب اور الارنت یا الارند بھی کہتے ہیں۔ لی اسٹرنیج ص ۶۱۔

[۴] فریٹاگ۔ ج ۱۱۔ ص ۱۸۱۔ مگر یافعی (ج ۲۔ ص ۳۱۲) اور ذہبی (ج ۱۔ ص ۱۶۲) نے قیدیوں کی تعداد صرف ایک ہزار بتائی ہے۔

اس فتح کے بعد سیف الدولہ دمشق گیا، اور رمضان سنہ ۳۳۳ (اپریل مئی سنہ ۹۴۵ء) میں شہر میں داخل ہوا۔ یہاں اسے اخشید کا ایک خط ملا، جس میں صلح کی درخواست تھی، اور یہ استدعا کی گئی تھی کہ سیف الدولہ اب تک جو علاقہ فتح کر چکا ہے اس پر قانع ہو جائے۔ مگر اس نے اس پر توجہ نہ کی، اور خانہ بدوش عرب قبائل کی گوشمالی کے لئے روانہ ہو گیا۔ اس مہم سے جب وہ دمشق واپس ہوا ہے تو وہاں کے باشندوں نے اپنے شہر میں داخل ہونے سے روکا۔ اخشید کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ رملہ سے اس کے مقابلہ کے لئے چلا۔ ادھر اخشید طبریہ پہنچا، اور ادھر سیف الدولہ مقابلہ کئے بغیر حلب واپس آ گیا، کیونکہ اس کی فوج کا بڑا حصہ اخشید سے مل گیا تھا۔ اخشید نے اس کا تعقب کیا، اور معرۃ النعمان کا محاصرہ کر لیا۔ اس اثناء میں سیف الدولہ نے نئی فوج مرتب کر لی، اور ماہ شوال میں قنسرین کے علاقہ میں اخشید کا مقابلہ کیا [١]۔

اخشید نے پہلے نیزہ برداروں کو جنگ کے لئے بھیجا، اور خود (١٠٠٠٠) سپاہیوں کے ساتھ فوج کے عقب میں رہا۔ یہ دس ہزار سپاہی خاص طور پر تربیت یافتہ تھے، اور بہادری اور ثابت قدمی کی وجہ سے صابریہ کہلاتے تھے۔ اخشید کا خیال تھا کہ پہلے حملے کے بعد جب سیف الدولہ کی فوج میں ابتری پھیل جائیگی تو وہ بذات خود صابریہ کو لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑیگا، اور اس کا خاتمہ کر دیگا۔ ایسا ہی ہوا سیف الدولہ نے یہ سوچ کر اخشید بھی حملہ آور فوج میں موجود ہے، نہایت تندھی سے حملہ کیا۔ اخشید کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے، اور عین اس وقت جب سیف الدولہ کو فتح کا یقین ہو چکا تھا، اخشید نے صابریہ کو لے کر یورش کی، اور سیف الدولہ کی فوج کو منتشر کر دیا۔ من جملہ اور مقتولوں کے اس جنگ میں معاذ بن سعید قتل ہوا، جس سے اخشید نے وعدہ کیا تھا کہ اسے معرۃ النعمان کا حاکم بنا دیا جائیگا۔

---

[١] ابو الفدا (ج ٢ - ص ٩٣) لکھتا ہے کہ سیف الدولہ نے دمشق کا محاصرہ کیا تھا، مگر اخشید کی آمد کی خبر سن کر محاصرہ اٹھا لیا۔ اس کے بعد فریقین قنسرین میں ٹھہرے رہے، مگر جنگ نہیں ہوئی۔ سیف الدولہ الجزیرہ چلا گیا، اور اخشید دمشق کو واپس ہوا۔ اس کے واپس چلے جانے کے بعد سیف الدولہ حلب آ گیا۔ مگر جو شکست سیف الدولہ کو ہوئی اسے دیکھتے ہوئے ابو الفداء کا بیان غلط معلوم ہوتا ہے۔

معاد سیف الدولہ کو گرفتار کرنے کی کوشش میں آگے بڑھا، مگر اس کے گرز کی ایک چوٹ سے جان بر نہ ہوسکا۔ سیف الدولہ کی پوری چھاؤنی، مع اسلحہ کے، فاتحین کے قبضے میں آئی۔ یہ شکست اس قدر فیصلہ کن تھی کہ گو اخشید نے اس کا تعقب نہیں کیا، لیکن سیف الدولہ میدان جنگ سے الجزیرہ کی طرف بھاگا اور رقہ میں پناہ گزیں ہوا [۱]۔

اخشید اب حلب میں داخل ہوا۔ یہاں کے باشندوں نے سیف الدولہ کے فراریوں کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ مگر فاتح سپاہیوں نے شہر اور آس کے گرد و نواح کے علاقے کو بالکل لوٹ لیا، اور باشندوں کے ساتھ بری طرح پیش آئے۔ حلب کے باہر بے شمار بلند اور خوبصورت درخت تھے، جن کی تعریف اکثر شعراء نے کی ہے۔ یہ درخت بھی ان سپاہیوں نے کاٹ ڈالے، اور اهل حلب پر اس وجہ سے سختیاں کیں کہ انہوں نے سیف الدولہ کا ساتھ دیا تھا۔ خود اخشید کا یہ حال تھا کہ وہ غالباً اپنی زندگی سے مایوس ہوچکا تھا۔ اور چاهتا تھا کہ کسی طرح صلح کر کے اپنے بیٹے کے لئے پر امن سلطنت چھوڑ جائے۔ ورنہ کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ عین فتح و ظفر کے وقت اس نے سیف الدولہ سے صلح کے لئے کیوں سلسلہ جنبانی کی اور دمشق کے بدلے میں حلب، حمص، اور انطاکیہ دینے کے علاوہ سالانہ ایک معتدبہ رقم ادا کرنے پر کیوں راضی ہوگیا۔ آخر ماہ ربیع الاول سنہ ۳۳۴ (اکٹوبر۔ نومبر سنہ ۹۴۵) میں حسن بن طاہر علوی کی وساطت سے دونوں میں عہد نامہ ہوا، اور صلح کی مزید توثیق کی غرض سے سیف الدولہ نے اخشید کے بھائی عبید اللہ بن طغج کی بیٹی سے شادی کرلی۔ اس کے بعد سیف الدولہ دوبارہ حلب میں داخل ہوا۔

اس سال کے ماہ ذی الحجہ، یا بقول بعض محرم سنہ ۳۳۵ (جولائی اگست سنہ ۹۴۵) میں اخشید نے دمشق میں انتقال کیا۔ اس کا کم سن بیٹا انوجور اس کا جانشین ہوا۔ اور مدت العمر اپنے اتابک کافور کا دست نگر رہا۔ بر سر اقتدار ہوتے ہی کافور مصر کی فوج لے کر ایک باغی مغربی کے خلاف روانہ ہوگیا؛ نہ صرف یہ بلکہ آس نے دمشق سے بھی فوجیں واپس بلالیں۔ سیف الدولہ نے معاهدہ کو بالائے طاق رکھا، اور موقع سے فائدہ آٹھا کر شام بلکہ مصر پر بھی قبضہ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ دمشق کا حاکم یانس

---

[۱] زبدۃ الحلب۔ ص ۵۳۔

آس سے مل گیا ، اور سیف الدولہ نے وہاں اپنی فوجیں مقرر کر دیں [۱] ۔ وہ خود بھی دمشق چلا گیا ۔ یہاں کے قیام کے دوران میں آس کی والدہ نعم بھی اس کے پاس آ گئی ۔ ایک دن وہ شریف العقیقی کے ساتھ غوطۂ دمشق میں سے گذر رہا تھا تو باتوں باتوں میں آس نے شریف سے کہا کہ یہ سر زمین جب تک ایک شخص کے قبضہ میں نہیں آئیگی آس وقت تک اس کی اصلاح نہ ہو گی ۔ عقیقی نے کہا کہ اس کے مالک تو بہت سے ہیں ۔ سیف الدولہ نے جواب دیا کہ قوانین سلطنت کے مطابق انہیں الگ کیا جاسکتا ھے ۔ شریف العقیقی نے اہل دمشق کو سیف الدولہ کے حقیقی منصوبوں سے مطلع کر دیا ۔ لوگ چوکنے ہو گئے ، اور کافور کی مدد کے طالب ہوئے [۲] ۔ وہ مغربی کی بغاوت فرو کر چکا تھا ، اور اب آس نے فوراً انوجور کو ساتھ لےکر شام کا رخ کیا ۔ لجون [۳] کے مقام پر سیف الدولہ اور کافور کی فوجیں آمنے سامنے ہوئیں ۔ باوجود اس کے کہ مصری فوج اس کے سامنے تھی ، سیف الدولہ چند روز وھاں بیکار پڑا رھا ، اور اس کے سپاھی خوراک اور علوفہ کی تلاش میں منتشر ہو گئے ۔ دشمن کو جب اس غفلت کی خبر ھوئی ، تو اس نے اپنی فوج مرتب کرکے اخشید کے بھائی ، ابوالمظفر حسن بن طغج کو اس کا افسر مقرر کیا ۔ سیف الدولہ نے دوسری غلطی یہ کی کہ دشمن کی خبریں معلوم کرنے کے لئے جاسوس مقرر نہیں کئے ۔ نتیجہ یہ ھوا کہ سیف الدولہ کو دشمن کی آمد کی خبر آس وقت ھوئی جب فوج سر پر پہنچ چکی تھی ۔ بہرکیف وہ مقابلے کے لئے تیار ھو گیا ۔ لیکن اس کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں ۔ اس کی فوج کا ایک حصہ کام آیا ، ایک حصہ گرفتار ھوا ، خود سیف الدولہ جان بچا کر دمشق بھاگا ۔ یہ واقعہ جمادی الثانی سنہ ۳۳۵ (سنہ ۹۴۶ کا ختم یا سنہ ۹۴۷ کا آغاز) میں پیش آیا ۔ سیف الدولہ نے دمشق میں داخل ھونے کی ھمت نہ کی ، بلکہ اپنی والدہ اور

---

[۱] ابن اثیر (ج۸ ۔ ص ۱۶۸) لکھتا ھے کہ اس سال یعنی سنہ ۳۳۵ (سنہ ۹۴۷) میں نصر الثملی ، امیر الثغور ، کی معرفت سیف الدولہ نے مسلمان قیدیوں کا تبادلہ کیا ، اور بہتوں کا زر فدیہ ادا کیا ۔ (۲۴۸۰) مسلمان مرد و عورت اس طرح یونانیوں کی قید سے رھا ھوئے ۔ یونانیوں نے (۲۳۰) قیدی خود چھوڑ دئے ، کیونکہ ان کے پاس قیدیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی ۔ [۲] ابوالفداء ۔ ج ۲ ۔ ص ۹۵ ۔ [۳] لجون ، آردن کے علاقہ کا ایک شہر تھا ، اور طبریہ سے بیس میل کے فاصلے پر واقع تھا ۔ دیکھو یاقوت لفظ اللجون ۔

دوسرے عزیزوں کو ساتھ لے کر، جو وہاں موجود تھے، مع تمام مال و اسباب کے حمص بھاگا۔ اہل شہر، چونکہ اس وقت تک بلجون کے واقعہ سے بے خبر تھے، اس لئے انہوں نے بھی مزاحمت نہیں کی۔ حمص میں پہنچ کر سیف الدولہ نے بدوی قبائل، عقیل، نمیر، کلب اور کلاب کے لوگوں سے اتنی بڑی فوج جمع کی کہ اس سے قبل کبھی نہ کی تھی۔ اب حمص اور دمشق کی فوجیں مرج عذرا کے مقام پر جو غوطۂ دمشق میں واقع ھے، دوبارہ مقابل ہوئیں۔ شروع میں جنگ کا فیصلہ سیف الدولہ کے حق میں ہوتا معلوم ہوتا تھا، مگر انجام کار مصری فوج کو فتح ہوئی۔ سیف الدولہ اپنی تمام چھاونی اور مال و اسباب کو کھو کر بھاگا، اس کے سپاہی گرد و نواح کے علاقے میں منتشر ہو گئے اور اکثر مر گئے۔ بذات خود سیف الدولہ پہلے حلب کی طرف بھاگا، مگر جب یہاں بھی پناہ کی صورت نہ دیکھی تو رقہ چلا گیا۔ یانس نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور انطاکیہ روانہ ہو گیا۔ ماہ ذی الحجہ سنہ ۳۳۵ (جون جولائی سنہ ۹۴۷) میں انوجور حلب میں داخل ہوا۔ وہاں سے اس نے یانس کے پاس انطاکیہ آدمی بھیجے۔ ان کی وساطت سے آخر یانس اور انوجور میں اس شرط پر صلح ہوئی کہ انطاکیہ، جسے سیف الدولہ چھوڑ چکا تھا، یانس کو دے دیا جائے۔ یانس نے بطور یرغمال اپنا بیٹا انوجور کے پاس بھیج دیا۔ اس صلح کی تکمیل کے بعد کافور اور انوجور جنوب کی طرف روانہ ہو گئے [۱]۔

ایک اور روایت کے مطابق مصریوں کے چلے جانے کے بعد سیف الدولہ حلب ھی میں رہا۔ یانس اور ابن ابی الساج کے حرس نے بغاوت کی، اور اس کو گرفتار کرنا چاہا۔ ان سے بچ کر سیف الدولہ مع اپنے خدم و حشم اور فوج کے بھاگا، اور حلب یانس کے قبضے میں آ گیا۔ لیکن ایک مہینہ بعد یانس کو شہر خالی کرنا پڑا۔ ماہ ربیع الاول سنہ ۳۳۶ (اکتوبر نومبر سنہ ۹۴۷) میں ایک رات سیف الدولہ اچانک حلب پہنچا، یانس اس کی آمد سے بالکل بے خبر تھا، اس نے فوراً شہر خالی کر دیا، اور انوجور کے پاس جانے کے ارادہ سے سرمین [۲] چلا گیا۔ سیف الدولہ کی فوج نے ابراهیم بن البرید کی ماتحتی میں، جو اس سے

---

[۱] زبدة الحلب۔ ص ۵۰۔ ابن تغری بردی ج ۲۔ ص ۳۱۶، ۳۱۷۔ [۲] سرمین اعمال حلب کا ایک شہر ھے۔ زمانہ مابعد میں یہاں اسماعیلی آباد ہو گئے تھے۔ یاقوت۔ لفظ سرمین۔

قبل ناصرالدولہ کا ملازم تھا اور سنہ ۳۳۰ میں سیف‌الدولہ کے پاس آ گیا تھا، یانس کا تعقب کیا ۔ مگر ابراهیم ذاذیخ [۱] سے آگے نہ بڑھ سکا، اور اپنے اهل و عیال کو وهیں چھوڑ کر اپنے بھائی کے پاس میافارقین میں پناہ گزیں هوا [۲] ۔

اس واقعہ کے بعد سیف‌الدولہ اور انوجور میں پرانی شرائط پر هی ایک عهدنامہ هوا [۳] اب سیف‌الدولہ کو حلب کی طرف سے اطمینان هو گیا ۔ [۴] اس نے گھڑ دوڑ کے میدان کے قریب اپنے لئے ایک میدان بنوایا، [۵] اور اپنے چچازاد بھائی ابوفراس حارث بن سعید کو منبج اور اس شہر سے متعلقہ تلعوں کا حاکم مقرر کیا ۔ اس طرح تین مرتبہ حلب کو کھونے کے بعد آخر سنہ ۳۳۶ (سنہ ۹۴۷) میں یہ شہر مستقل طور پر اس کے قبضے میں آیا ۔ بنی تغلب کا پہلا شخص تھا جو بلا شرکت غیرے یہاں کا بادشاہ هوا ۔ اس نے اپنے وزیر ابواسحاق محمد القراریطی کو معزول کر کے ابوعبداللہ محمد الموصلی کو اس کی جگہ مقرر کیا [۶] ۔

---

[۱] ذاذیخ سرمین کے قریب ایک گاؤں ہے ۔ یاقوت لفظ ذاذیخ ۔

[۲] زبدۃ الحلب ۔ ص ۵۵، ۵۶ ۔ [۳] جب سیف‌الدولہ نے اخشید سے حلب فتح کیا ہے تو اسے صوبۂ جزیرہ کا، جس میں عین زربہ، طرسوس اور مصیصہ شامل تھے، حاکم مقرر کیا گیا تھا، اور اس شرط پر خراج معاف کیا گیا تھا کہ وہ یونانیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں اور اسلامی سرحد کی حفاظت کریگا ۔ اس سے معلوم هوتا هے کہ گو سیف‌الدولہ نے یونانیوں کے مقابلے میں اب تک کوئی بڑا کام نہیں کیا تھا، لیکن لوگوں کو اس پر بھروسہ ضرور تھا ۔ ابن تغری بردی نے بیان کیا هے کہ سنہ ۳۳۰ (سنہ ۹۴۶) میں اهل طرسوس نے شہر سیف‌الدولہ کے حوالے کر دیا تھا ۔ اس کے صلے میں سیف الدولہ نے وهاں کے سربرآوردہ لوگوں کو خلعتیں اور رقمیں عطا کی تھیں، اور (۸۰۰۰۰) دینار قیدیوں کے زرفدیہ کے لئے دئے تھے ۔ ج ۲ ۔ ص ۳۱۸ ۔

[۴] زبدۃ الحلب ص ۵۶ ۔ [۵] حلبہ کے قریب محل کی تعمیر کے ساتھ سیف الدولہ نے دریائے قویق سے ایک نہر نکالی تھی، جو خناقیہ سے گزر کر محل میں داخل هوتی تھی، اور فیض کے مقام پر محل سے باهر نکل جاتی تھی ۔ الطباخ ۔ ج ۱ ۔ ص ۲۵۶ ۔ [۶] ابن اثیر ۔ ج ۸ ۔ ص ۱۶۸ ۔

(۴)

اسلامی ممالک کی سرحد شام و فلسطین کی حدود پر ختم ہو جاتی تھی۔ اس سے آگے مسلمانوں نے ایشاء کوچک پر قبضہ کرنے کی کبھی مسلسل کوشش نہیں کی تھی، اور یہ ملک، حسب سابق، یونانی سلطنت قسطنطنیہ کا ایک صوبہ تھا۔ یونانیوں کی کیفیت یہ تھی کہ مسلمانوں کی خانہ جنگی یا غفلت سے ہمیشہ فائدہ اٹھاتے تھے، اور ہر وقت اسلامی سرحد پر ان کی یورشوں کا خطرہ رہتا تھا۔ اس کے علاوہ ارمینیا کو انہوں نے میدان جنگ بنا رکھا تھا۔ اگر خود ان کی سلطنت کمزوری یا ابتری کی وجہ سے حملے کا انتظام نہ کر سکتی تو اهل ارمینیه کو ابھارتے، اور وہاں بغاوت برپا کرا دیتے، جس سے مسلمانوں کی پریشانی میں اضافہ ہو جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ بنی امیہ کے عہد میں یہاں کے حاکم بالعموم تجربہ کار سپہ سالار ہوا کرتے تھے، کیونکہ یہاں تدبر و سیاست کی اتنی ضرورت نہ تھی جتنی کہ فوجی قابلیت اور جفاکشی کی۔ ارمینیه سے قطع نظر، بنی امیہ نے مسلمانوں کی اس سرحد کو محفوظ رکھنے کی یہ ترکیب کی تھی کہ وہ ہر سال گرمیوں کے موسم میں ایشاء کوچک پر حملے کرتے تھے۔ یہ مہمیں صائفہ کہلاتی تھیں۔ بنی امیہ کے خاتمہ تک یہ قاعدہ جاری رہا۔ سنہ ۱۳۲ (سنہ ۷۴۹) میں بنی عباس نے بنی امیہ کی جگہ لی، تو پورا استحکام حاصل کرنے کے بعد سنہ ۱۳۹ (سنہ ۷۵۶) میں انہوں نے اس طریقہ کو از سر نو زندہ کیا، اور برابر ہر سال ایشیائے کوچک پر فوج کشی کرتے رہے۔ خلیفہ هارون الرشید کا عہد صائفہ کے لئے خاص طور پر مشہور ہے۔ آس نے بذات خود ان جنگوں میں حصہ لیا، اور سرحد کو مستحکم کرنے کے لئے ایک نیا فوجی صوبہ بنایا جو عواصم کہلاتا ہے۔ طرسوس اس کا صدر مقام تھا۔ اسے نہایت مستحکم طور پر قلعبند کیا گیا تھا، اور اس کے نواح میں قلعوں کا ایک سلسلہ تعمیر کیا گیا تھا۔ خلیفہ مامون نے اپنے باپ کے کام کو جاری رکھا۔ وہ بھی بذات خود ان جنگوں میں شرکت کرتا تھا، اور قلعوں کی تعمیر آس کے عہد میں بھی جاری رہی تھی۔ یہیں سرحد پر، جب کہ وہ طرسوس کے قریب طیانہ یا طوانہ کا قلعہ تعمیر کرانے میں مصروف تھا، آس نے سنہ ۲۱۸ (سنہ ۸۳۳) میں انتقال کیا۔

خلافت عباسیہ کے انحطاط کے زمانہ میں صائفہ میں پہلے کی سی باقاعدگی نہ رہی تھی۔ اب تک قاعدہ یہ تھا کہ ان مہموں کا تعلق براہ راست مرکز خلافت سے ہوا کرتا تھا؛ اور اگر خلیفہ

بذات خود آس میں حصہ نہ لے تو بھی تمام کام آسی کی نگرانی میں عمل میں آتا تھا۔ اب خلفاء کمزور ہوگئے تھے، ترک امراء ان پر حاوی تھے، اور ان کے پاس فوج تھی نہ دولت کہ ان مہموں کا انتظام کرسکیں، خود امراء اپنے اپنے منصوبوں میں مشغول تھے۔ سازشیں اور خانہ جنگیاں انہیں اتنی مہلت نہ دیتی تھیں کہ اس طرف متوجہ ہوں۔ اب طریقہ یہ ہوگیا تھا کہ جو امیر شام و فلسطین کا حاکم ہوتا وہی ان مہموں کی نگرانی کرتا۔ مگر ان حاکموں کی حالت خود اس قدر مخدوش تھی کہ انہیں خبر نہ تھی کہ کل پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آئیگا، اور وہ اپنی جگہ پر قائم رہینگے یا کسی سازش یا خانہ جنگی کا شکار ہو جائینگے۔ اس لئے بحیثیت مجموعی وہ سرحد کی حفاظت کی طرف بالکل توجہ نہ کرسکتے تھے۔

ایسی حالات میں دشمن کا شیر ہو جانا یقینی تھا۔ قسطنطنیہ کی سلطنت بوسیدہ ضرور تھی، اور دارالسلطنت میں آئے دن کشت وخون اور انقلابوں کی وجہ سے مرکزی حکومت برابر کمزور ہوتی جارہی تھی۔ قیصر اکثر و بیشتر، نالائق، عیش پسند اور ہر لحاظ سے بدترین قسم کے لوگ تھے۔ عوام کی حالت روز بروز خراب ہوتی جارہی تھی۔ نظم و نسق ابتر تھا۔ مگر باوجود ان تمام باتوں کے اسلامی سرحد پر ان کی تاخت و تاراج جاری تھی، اور چونکہ اب سرحد کی حفاظت کا کما حقہ انتظام نہ تھا، اس لئے انہیں ہمیشہ کامیابی ہوتی تھی۔ ہم لکھہ چکے ہیں کہ حلب کی مخدوش حالت اور سیف الدولہ کی مشغولیت سے انہوں نے فائدہ آٹھا کر اسلامی سرحد پر حملہ کیا تھا، اور سیف الدولہ کو دوسرے کام چھوڑ کر اس کا جواب دینا پڑا تھا۔

سنہ ۳۳٦ (سنہ ۹٤۷) میں جب حلب اور آس کے اعمال مستقلاً سیف الدولہ کے قبضے میں آگئے تو وہ بھی یہ کرسکتا تھا کہ ہم عصر امراء کی طرح خانہ جنگیوں میں حصہ لیتا، اور اپنی سلطنت کو وسیع کرنے کی کوشش کرتا۔ مگر سرحد کے مالک ہونے کی وجہ سے اب آس کا فرض یہ تھا کہ آسے محفوظ رکھے، اور حتی الامکان یونانیوں کے حملے کو روکتا رھے، تاکہ خود آسے اور عام مسلمانوں کو ان دیرینہ دشمنوں کی طرف سے اطمینان ہو جائے۔ اب اس نے ہر طرف سے کنارہ کش ہو کر یہ فرض ادا کرنا اپنا سب سے بڑا کام سمجھا۔ آئندہ زندگی میں شائد ہی کوئی سال ایسا گذرا ہو جس میں آس نے بذات خود یا اپنے سپہ سالاروں کے ذریعہ سے یونانی

علاقہ پر فوج کشی نہ کی ہو ، یا ان کی دست درازیوں کو نہ روکا ہو ۔ اس نے یہ فرض کس طرح ادا کیا ، اور کہاں تک کامیاب رہا ، اس کا اندازہ آئندہ اوراق پڑھنے سے ہوگا ۔

سنہ ۳۳۶ (سنہ ۹۴۷) میں سیف الدولہ قلعہ برزویہ کے محاصرہ کے قصد سے روانہ ہوا ۔ یہ قلعہ عوام میں برزیہ کہلاتا تھا ، اور شام کے ساحل پر ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا ۔ اس کے گرد چاروں طرف گہری وادیاں تھیں ، اور قلعہ کی فصیل (۷۰) درعہ اونچی تھی اہل فرنگ میں یہ قلعہ ناممکن التسخیر سمجھا جاتا تھا [۱] ، اور اس وقت یونانیوں کے زیر سیادت ابو تغلب کرد کے قبضے میں تھا ۔ سیف الدولہ اس قلعہ کی فتح سے ایک طرف تو یونانیوں کو مرعوب کرنا چاہتا تھا ، اور دوسری طرف اس کا مقصد مسلمانوں کی تالیف قلوب تھا ۔ سیف الدولہ کے محاصرہ کے دوران میں دمستق لیو ، بظاہر اس خیال سے کہ سیف الدولہ برزویہ کا محاصرہ اٹھالے ، الحدث کی طرف بڑھا ۔ لیکن چونکہ سیف الدولہ قسم کھا چکا تھا کہ برزویہ کو فتح کئے بغیر واپس نہ ہوگا ، اس لئے اس نے اہل حدث کی کوئی مدد نہ کی ۔ اسے یونانیوں نے فتح کرلیا ، اور چونکہ لیو جانتا تھا کہ وہ اس پر مستقل طور پر قابض نہیں رہ سکتا ، اس لئے اس نے فصیل شہر مسمار کرادی ۔ سیف الدولہ آخر اپنے مقصد میں کامیاب ہوا ، اور برزویہ کی فتح کے بعد وہ جمادی الثانی سنہ ۳۳۷ (ختم سنہ ۹۴۸ یا آغاز سنہ ۹۴۹) میں وہ انطاکیہ آیا ، جہاں متنبی نے اپنا وہ قصیدہ اس کے سامنے پیش کیا جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے ۔

وفاء کما کالربع اشجاہ طاسمہ — بان تسعدا والدمع اشفاہ ساجمہ

سیف الدولہ ابھی انطاکیہ ھی میں تھا کہ اسے اپنی والدہ کی موت کی خبر ملی ۔ اس کی والدہ نے سنہ ۳۳۷ (سنہ ۹۴۸) میں میافارقین میں انتقال کیا ، اور وھیں دفن ہوئی ۔ متنبی نے اس کا ایک مرثیہ کہا جو اس طرح شروع ہوتا ہے [۲] ۔

---

[۱] یاقوت ۔ لفظ برزویہ ۔ [۲] دیکھو ۔ Saifuddulah مصنفہ صدرالدین ۔ ص ۵۵ ۔ اور اس صفحہ کا حاشیہ (۱) ۔

نعد المشرفیۃ والعوالی   وتقتلنا المنون بلا قتال

حلب واپس آکر سب سے پہلے اس نے اپنے چچازاد بھائی، ابووائل تغلب بن داؤد کو، جو اس کی طرف سے حمص کا حاکم تھا، آزادی دلائی۔ ابووائل نے شورہ پشت عربوں کے خلاف فوج کشی کی تھی۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں بنی کلب کے ایک شخص المبرقع نے نبوت کا دعوے کیا، اور طے اور کلب کے بہت سے لوگ اس کے ساتھ ہوگئے۔ اس شخص نے ایک جنگ میں ابووائل کو گرفتار کرلیا، اور بہت سے گھوڑے اور کثیر رقم بطور فدیہ طلب کیا۔ سیف الدولہ نے منظور کرلیا۔ مگر جب المبرقع فدیہ کا انتظار کر رہا تھا تو سیف الدولہ اچانک اس پر حملہ آور ہوا اور اسے قتل کر کے ابووائل کو آزاد کرالیا [۱]۔ اس کے بعد سیف الدولہ کو معلوم ہوا کہ یونانی اب مرعش [۲] پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس

---

[۱] جمال الدین ابوالحسن علی نے سنہ ۳۳۶ کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ،، اس سال سیف الدولہ نے الھادی نام ایک قرمطی کو گرفتار کر کے ابووائل کو آزاد کرایا ،،۔ اس کی تفصیل وہ اس طرح بیان کرتا ہے کہ: ابووائل تغلب بن داؤد بن حمدان اپنے چچازاد بھائی کی طرف سے حمص کا حاکم تھا۔ اس نے ان عربوں کے خلاف فوج کشی کی جو الحدث میں قلعبند ہوگئے تھے اور ہر سمت میں تباہی و بربادی پھیلا رہے تھے۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں ایک قرمطی صاحب الخال طے اور کلب کے بہت سے آدمیوں کو لے کر وہاں پہنچا۔ اس میں اور ابووائل میں جنگ ہوئی، اور ۱۱ شعبان کو اس نے ابووائل کو گرفتار کرلیا۔ جب سیف الدولہ کو حلب میں یہ معلوم ہوا تو وہ وہاں سے چلا، اور شہر سے (۳۶) میل کے فاصلے پر معرۃالنعمان میں خیمہ زن ہوا۔ پھر تین دن حمص میں رہا، اور چوتھے دن صبح ہوتے ہوتے دریائے امہین؟ کے کنارے کے گاؤں میں قرمطی پر جا پڑا، اور اس کی فوج کو شکست دی۔ اس معرکے میں قرمطی کام آیا۔ حدث کے گاؤں کو سیف الدولہ نے یہ سزا دی کہ اسے مسمار کرادیا، اور وہاں کے باشندوں پر (۵۰۰۰) دینار جرمانہ کیا۔ یہ مہم صرف نو دن میں انجام کو پہنچی ۔

سنہ ۳۳۷ میں سیف الدولہ نے برزیہ فتح کیا، جو چوروں اور رہزنوں کا ملجاء وماوے بنا ہوا تھا۔ یہ مقام قنسرین اور حمص کے علاقہ میں ہے ،،۔ دیکھو فریٹاگ۔ ص ۱۸۶، ۱۸۷ ۔

[۲] مرعش کا شہر شام اور یونانی سرحد پر واقع تھا۔ اسے پہلے خلیفہ مروان ثانی اموی نے بسایا، اور ہارون الرشید نے دوبارہ تعمیر کرایا۔ اس کی دو فصیلیں تھیں، شہر کے بیچوں بیچ ایک قلعہ تھا جو مروان ثانی کے نام پر مروانیہ کہلاتا تھا، اور باہر ایک بستی تھی جو ہارونیہ کہلاتی تھی دیکھو یاقوت لفظ مرعش ۔

نے محمد بن ناصر الدولہ کو بطور نائب حلب میں چھوڑا، اور اہل مرعش کی مدد کے لئے روانہ ہوگیا، لیکن یونانیوں کے مقابلے میں شکست کھائی، اور میافارقین واپس آ گیا [۱] یونانیوں نے مرعش پر قبضہ کر لیا، اور طرسوس پر یورشیں شروع کیں۔

ابھی سیف الدولہ حلب واپس نہیں آیا تھا کہ دمستق لیو نے بوقاس کے قلعہ پر فوج کشی کی۔ محمد بن ناصر الدولہ نے بذات خود قلعے والوں کو مدد پہنچانی چاہی، لیکن (۴۰۰) مقتولین اور بہت سے قیدیوں کا نقصان برداشت کر کے شکست کھائی۔ اسی سال سیف الدولہ کے چہار سالہ بیٹے ابو الهیجا عبد اللہ نے میافارقین میں انتقال کیا۔[۲] ماہ ربیع الاول میں یونانیوں نے کیلیکیا کا شہر فتح کیا، اور وہاں کے باشندوں کو جان و مال کی امان دی۔ فصیل شہر مسمار کرنے کے بعد یونانیوں نے شہر خالی کر دیا۔

(۵)

ان متواتر ناکامیوں سے شکستہ دل ہونے کے بجائے، سیف الدولہ نے یونانیوں سے بدلہ لینے کی اور بھی زیادہ تندھی سے کوشش کی۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ اگر یونانی کہیں دوسری جگہ برسر پیکار ہوں تو اسلامی سرحد پر انہیں شکست دینا زیادہ آسان ہوگا۔ اس نے ایک عظیم الشان فوج تیار کی اور ربیع الاول سنہ ۳۳۹ (اگست ستمبر سنہ ۹۵۰) میں یونانی علاقہ کی طرف روانہ ہوگیا۔[۳] طرسوس کے چار ہزار سپاہی قاضی ابو حصین کی سرکردگی میں اس کے ساتھ تھے۔ سب سے پہلے وہ قیصریہ گیا، اور پھر یونانی علاقہ میں داخل ہوا۔ بہت سے

---

[۱] یافعی۔ ج ۲۔ ص ۲۲۴۔ [۲] حفاظت کے خیال سے سیف الدولہ کے اہل و عیال میافارقین میں رہا کرتے تھے۔ فریٹاگ ص ۱۸۷۔ [۳] اس مہم میں سیف الدولہ کی شکست کا ذکر سب کرتے ہیں۔ مثلاً ابن اثیر ج ۸۔ ص ۱۷ ابو الفداء ج ۲۔ ص ۹۸۔ یافعی ج ۲۔ ص ۳۲۰۔ مگر ان میں سے کسی نے واقعہ کو تفصیل سے بیان نہیں کیا۔ تفصیل کے لئے دیکھو فریٹاگ۔ ص ۱۸۷۔ الخ۔ اس کے برعکس تغری بردی نے بیان کیا ہے (ج ۲۔ ص ۳۲۹) کہ سیف الدولہ کو اس فوج کشی میں کامل فتح ہوئی تھی۔ وہ اپنے بیان کو ان الفاظ پر ختم کرتا ہے:۔ وکانت غزوۃ مشہورۃ وغنم المسلمون مالا یوصف وبقو فی الغزوۃ اشہرا۔

قلعے اس نے فتح کئے ، بے شمار قیدی اُس کے ہاتھ آئے ، اور یونانیوں کی کثیر تعداد کام آئی۔ چونکہ یونانیوں نے اس کی کماحقہ مزاحمت نہیں کی تھی ، اور اُسے اب تک برابر کامیابی ہو رہی تھی ، اس لئے وہ یونانی علاقے کے اندرونی حصہ میں داخل ہوا ، جو سمندر کے گرد واقع ہے۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر ملطیہ کے نواح میں خرشنہ پہنچا ، اور آخر صارخہ تک آیا ، جو قسطنطنیہ سے صرف تین دن کی مسافت پر ہے۔ وہ اس مقام کا محاصرہ کئے ہوا تھا کہ دمستق لیو نے اُس کے مقدمۃ الجیش پر چھاپا مارا ، مگر ایسی شکست کھائی کہ بمشکل مسلمانوں کے ہاتھ سے بچ کر بھاگا اور ایک قلعہ میں پناہ گزین ہوا۔ دوسری تازہ دم فوج تیار کر کے اُس نے دوبارہ سیف الدولہ کا مقابلہ کرنے کی ہمت کی ، اور پھر پہلے کی طرح شکست فاش کھائی ، اور اپنے بطریقوں کو میدان میں چھوڑ کر بھاگا ، جنہیں سیف الدولہ نے گرفتار کر لیا۔ مہینوں تک فاتح ان علاقوں میں گشت لگاتے رہے ، اور بے حساب مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا۔

اب دمستق کو اندازہ ہوا کہ وہ کھلے میدان میں سیف الدولہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے اُس نے فیصلہ کیا کہ سیف الدولہ پر ایسی جگہ حملہ کیا جائے کہ ہر صورت میں جنگی لحاظ سے یونانیوں کو اُس پر فوقیت رہے۔ چنانچہ اُس نے ایک تنگ درہ پر قبضہ کر لیا۔ واپسی میں سیف الدولہ کو اُسی درہ میں سے گزرنا پڑتا تھا۔ دمستق نے خفیہ طور سے یہاں اپنی فوج پھیلا دی ، اور موقع کا منتظر رہا۔ یہ درہ درب الکنکرون کہلاتا ہے ، اور الحدث کے علاقے میں واقع ہے۔ گذشتہ واقعات میں سیف الدولہ کے مقدمۃ الجیش نے سب سے زیادہ حصہ لیا تھا ، اور سپاہی تھکے ماندے تھے۔ اس حصہ فوج کو سیف الدولہ نے آگے بھیجا۔ دمستق نے اس خیال سے کہ شبہ پیدا نہ ہو اسے بغیر مزاحمت کے گزر جانے دیا۔ اس کے بعد اُس نے درہ کا تنگ راستہ عظیم الشان درخت کاٹ کر اور بڑی بڑی چٹانیں لڑھکا کر بند کر دیا۔ اب سیف الدولہ کی فوج جب درہ میں پہنچی تو عقب سے یونانیوں نے اُس پر حملہ کر دیا ، اور اُسے اس طرح گھیرا کہ نہ تو سپاہی واپس جا سکتے تھے ، اور نہ ان درختوں اور چٹانوں میں سے گذر کر آگے راستہ پا سکتے تھے۔ اس وقت جو کشت وخون ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔ سیف الدولہ کی تمام فوج یا تو قتل ہوئی یا گرفتار۔ خود سیف الدولہ چند جاں نثار سپاہیوں کے ساتھ جان بچا کر بھاگا۔

یہ جمادی الثانی سنہ ۳۳۹ (۲۰ نومبر ۹۵۰) کا واقعہ ہے ۔ کتاب زبدۃ الحلب کے مصنف نے اس واقعہ کی تفصیل میں لکھا ہے کہ اس موقع پر سیف الدولہ اپنے صبا رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگا تو یونانیوں نے اسے پہچان کر اس کا تعقب کیا ۔ آخر سیف الدولہ ایک بلند چٹان کے کنارے پر پہنچا اس کے سپاہی شکست کھا کر یا بد دل ہو کر اس وقت اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے ، اور وہ تن تنہا اس پہاڑ پر کھڑا تھا ۔ اگر توقف کرتا تو دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار کرتا ۔ اس نے یہ پسند نہ کیا ، بلکہ گھوڑے کو اڑ لگائی ، اور گھوڑا ایک ذقند میں بلا گزند پہاڑ سے میدان میں پہنچ گیا اور یونانی منہ دیکھتے رہ گئے [۱] ۔ من جملہ اور نقصانات کے جو سیف الدولہ کو برداشت کرنے پڑے (۵۰۰۰) دینار کی ایک ہنڈی ، جو خلیفہ کے وزیر ابن مقلہ نے بنی حمدان کے خرچ کے لئے بھیجی تھی ۔ یونانی علاقہ میں سیف الدولہ کی اس یورش کو عرب مورخ غزاۃ المصیبۃ کہتے ہیں ۔ اس زبردست فتح کے بعد دمستق نے سیف الدولہ سے صلح کی درخواست کی ، کیونکہ وہ اس وقت دوسرے کاموں میں مشغول تھا ۔ لیکن سیف الدولہ نے نہ صرف صلح کرنے سے انکار کیا ، بلکہ دمستق کو آئندہ کے لئے بھی دھمکیاں دیں ۔

---

[۱] عربوں کی اس شکست کے حالات لیودیاکونوس (Leodiaconus) نے لکھے ہیں وہ لکھتا ہے کہ شکست کے بعد سیف الدولہ بھاگتے ہوئے راستہ میں سونا چاندی بکھیرتا جاتا تھا ، تاکہ یونانی بجائے تعقب کرنے کے سونا چاندی جمع کرنے میں مشغول ہو جائیں ۔ اقریطش کی جنگ کے خاتمہ پر نقفور (Nicephorus) کو سیف الدولہ سے لڑنے کے لئے ایشیا کا دمستق مقرر کیا گیا تھا ، اور اس نے تقریباً (۶۰) قلعے فتح بھی کئے تھے ۔ مگر اسی دوران میں قیصر رومانوس کا انتقال ہو گیا ، اور اس کے دو بیٹے بازیل ، اور قسطنطین اس کے جانشیں ہوئے ۔ اب قسطنطنیہ کے دربار میں سازشوں کا دور دورہ ہوا ۔ نقفور کچھ مدت تک ان سازشوں کا شکار رہا ۔ آخر بطریرک پولیوکتوس نے ان سے آسے نجات دلائی ۔ اب اس نے نئے سرے سے سیف الدولہ پر چڑھائی کی اور طرسوس پر حملہ آور ہوا ۔ مگر دربار کی سازشوں نے اب بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا ۔ انجام کار نقفور کے قیصر ہونے کا اعلان کر دیا گیا ۔ نئے قیصر نے شمشقیق (Tzemisces) کو دمستق مقرر کیا ۔ لیودیاکونوس نے بہت سے واقعات بیان نہیں کئے جو عرب مورخوں نے لکھے ہیں ۔ اس کی یا تو یہ وجہ تھی کہ اس کا اصلی مقصد یونانیوں کی تاریخ لکھنا تھا ، یا وہ ان واقعات سے ناواقف تھا ۔ دیکھو فرینا گ ۔ ص ۱۸۹ ۔ بازنطینی تاریخ کی تفصیل آئندہ آئے گی ۔

سیف الدولہ نے اب بھی ہمت نہ ھاری؛ اور موصل، الجزیرہ، شام اور صحراء کے باشندوں کی ایک نئی فوج مرتب کر کے سنہ ۳۴۰ (سنہ ۵۱-۹۵۲) میں دوبارہ یونانی علاقہ پر حملہ آور ھوا۔ اس مرتبہ وہ کامیاب رھا، اور بہت کچھ قتل وغارت کے بعد حلب واپس آگیا [۱]۔ وہ حران سے ھوتا ھوا آمد آیا، جسے فتح کرنے کی یونانی کوشش کر رھے تھے۔ ایک یونانی نے وعدہ کیا تھا کہ فوج کو ایک سرنگ کے ذریعہ سے شہر میں داخل ھونے کا راستہ بتا دیگا۔ یہ وعدہ اس نے پورا کیا۔ لیکن جونہی یونانی شہر میں پہنچے، اھل شہر ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں قتل کر کے سرنگ کا منہہ بند کر دیا۔ اس سال حلب اور عواصم میں زبردست زلزلہ آیا، جس کا سلسلہ چالیس دن تک رھا۔ اس میں جان و مال کا بے انتہا نقصان ھوا۔ قلعہ دلوک کے تین برج گر گئے، اور رعبان اور تل حامد دونوں بالکل برباد ھو گئے [۲]۔

سنہ ۳۴۱ (سنہ ۵۲-۹۵۳) میں سیف الدولہ نے مرعش کو دوبارہ تعمیر کرایا [۳]۔ دمستق نے اس میں مزاحمت کرنی چاھی، مگر سخت شکست کھائی۔ اس کا بدلہ اس نے اس طرح لیا کہ سروج فتح کر کے وھاں کے باشندوں کو گرفتار کر لیا، مال و اسباب لوٹ لیا، اور شہر اور خاص طور پر وھاں کی مسجدیں جلا ڈالیں [۴]۔

سنہ ۳۴۲ (سنہ ۵۳-۹۵۴) میں سیف الدولہ نے زبطرہ پر فوج کشی کی، جو ملطیہ، سمیساط، حدث اور عرقہ کے درمیان واقع ھے۔ اس مہم میں اس کا مقابلہ بردس فوکس کے تیسرے بیٹے قسطنطین سے موسر کے درے میں ھوا، اور فریقین نے اس میں بہت نقصان اٹھایا۔ اس واقعہ کے بعد سیف الدولہ دریائے فرات کو عبور کر کے یونانیوں کی سرحد پار بطن ھنزیت پہنچا، اور پھر سمیساط کی طرف روانہ ھوا۔ اس عرصہ میں دمستق انطاکیہ جا چکا تھا۔ یہ خبر سن کر سیف الدولہ

---

[۱] ابن تغری بردی ج ۲۔ ص ۳۳۰۔ [۲] ابن تغری بردی۔ ج ۲۔ ص ۳۳۱۔

[۳] الطباخ۔ ج ۱۔ ص ۲۰۸۔ اس موقع پر متنبی نے ایک قصیدہ کہا تھا، جس کا مطلع ھے۔

فدنیاك من ربع وان زدتنا کربا۔ فانك کنت الشرق للشمس والغربا (دیکھو ایضاً)۔

[۴] ابوالفداء ج ۲۔ ص ۱۰۰۔ ابن تغری بردی ج ۲۔ ص ۳۳۳۔

سمیساط سے پلٹا ، اور مرعش کے مقام پر دشمن سے مقابل ھوا ۔ یونانیوں نے شکست کھائی ، بطریق لیو جنگ میں کام آیا ، اور دمستق کا نوجوان بیٹا قسطنطین گرفتار ھوا ۔ سیف الدولہ آسے اپنے ساتھ حلب لے گیا ، اور وھیں آس نے انتقال کیا [۱] ۔ سیف الدولہ نے اس کی لاش حلب کے عیسائیوں کے حوالے کردی ، جنھوں نے آسے نہایت قیمتی تابوت میں بند کر کے ایک گرجا میں دفن کردیا ۔ سیف الدولہ نے تعزیت کا ایک خط آس کے باپ کو لکھا ۔ لیکن باپ کو اپنے نوجوان بیٹے کی موت کا اس قدر صدمہ ھوا کہ وہ دنیا ترک کر کے راھب ھو گیا ۔ متنبی کے ذیل کے شعر میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ھے ۔

فلو کان ینجی من علی ترھبٌ — ترھبت الاملاك مثنیٰ و موحدا

اسی واقعہ کے متعلق ایک اور شاعر ابو عباس احمد بن نامی کہتا ھے ۔

لکنہ طاب الترھب خیفۃ — ممن لہ تتقاصر الاعمار
فما کان قائم سیفہ عکازۃ — و مکان ما یتمنطق الزنار [۲]

ماہ ربیع الاول سنہ ۳۴۳ (جولائی سنہ ۹۵۴) میں سیف الدولہ نے یونانی علاقہ پر فوج کشی کی ، اور تمام علاقہ دل کھول کر پامال کیا ۔ بہت سے یونانی قید ھوئے ۔ مقتولین میں دمستق کا

---

[۱] الطباخ (ج ۱ ۔ ص ۲۵۹) نے ابن شداد کی کتاب الاعلاق الخطیرۃ سے نقل کیا ھے کہ قسطنطین نے قید کے زمانہ میں اپنے باپ بردس فوکس کو لکھا تھا کہ سیف الدولہ آس کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آتا ھے ، اور مرض کے دنوں میں بذات خود اس کی خدمت کرتا ھے ۔ بردس فوکس نے (۸۰۰۰۰) دینار اور تین ھزار مسلمان قیدی آس کے بدلے میں پیش کئے ۔ مگر سیف الدولہ نے انھیں قبول کرنے سے انکار کردیا ۔ مجبور ھو کر بردس فوکس نے ایک عیسائی عطار کو حلب بھیج کر خود ھی اپنے بیٹے کو زھر دلادیا ۔

[۲] دی تریسی (Dieterici) Mutanabbi und Sayfuddaulah ۔ ص ۱۰۰ ۔

ایک بیٹا بھی شامل تھا۔ دمستق بردس فوکس [۱] کو جب اس فوج کشی کی اطلاع ہوئی تو وہ تقریباً (۵۰۰۰۰) پیادہ اور سوار فوج لے کر، جس میں رومی، بلغاری، روسی اور ارمنی شامل تھے، سیف الدولہ کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ شعبان سنہ ۳۴۳ (اکتوبر سنہ ۹۵۴) میں فریقین کا مقابلہ الحدث کے مقام پر ہوا۔ دن بھر کی لڑائی کے بعد آخر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ متعدد بطریقوں کے علاوہ دمستق کا داماد اور نواسا دونوں گرفتار ہوئے [۲]۔ عکبری لکھتا ہے [۳] کہ اس جنگ میں یونانی فوج نے مسلمانوں کو اس بری طرح گھیر لیا تھا کہ ان کے لئے نجات کی بظاہر کوئی صورت نہ رہی تھی۔ مگر سیف الدولہ کے تہور نے یکایک تمام حالات بدل دیے۔ وہ پانچ سو سپاہیوں کے ساتھ حملہ کر کے یونانیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا دمستق تک پہنچ گیا۔ دمستق اس سے اتنا گھبرایا کہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگا، اور پھر اس کی فوج کے پاؤں بھی اکھڑ گئے۔ بردس فوکس کا بیٹا نقفور بقیہ جنگ کے دوران میں الحدث کے قریب ایک سرنگ میں چھپا رہا، اور

---

[۱] بردس فوکس کے راہب ہو جانے کا ذکر ہم پہلے پڑھ آئے ہیں۔ یہاں جس دمستق کا ذکر ہے وہ یقیناً بردس فوکس ہی ہوگا۔ اس لئے پہلے بیان میں غالباً مورخوں سے غلطی ہوئی ہے، اور انہوں نے کسی اور شخص کو دمستق سمجھ لیا ہے۔ اسی طرح اس مہم میں ابن اثیر (ج ۸۔ ص ۱۸۳) نے قسطنطین بن دمستق کے قتل کا ذکر کیا ہے، حالانکہ اس کی موت کا ذکر سنہ ۳۴۲ کے واقعات میں ہو چکا ہے۔ یہاں بھی اسی قسم کا مغالطہ معلوم ہوتا ہے۔ [۲] ابن اثیر ج ۸۔ ص۱۸۳ ۔ ابوالفداء (ج ۲۔ ص ۱۰۰) لکھتا ہے کہ سیف الدلہ نے ماہ ربیع الاول سنہ ۳۴۳ میں یونانی علاقہ پر فوج کشی کی تھی اور ایک زبردست جنگ کے بعد سیف الدولہ کو فتح ہوئی تھی۔ متنبی کے شارح عکبری نے یہ واقعہ جمادی الثانی سنہ ۳۴۳ کا بتایا ہے؟ اور لکھا ہے کہ اس میں تین ہزار یونانی کام آئے تھے۔ دیکھو الطباخ۔ ج ۱۔ ص ۲۶۰ ۔ [۳] الطباخ۔ ج ۱۔ ص ۲۶۰۔ مصنف نے عکبری کی عبارت نقل کی ہے۔ اگر عکبری یا ابوالفداء کے بیان کو صحیح مان لیا جائے تو ماہ رجب میں قلعے کی تعمیر کی تکمیل قرین قیاس ہے۔ لیکن اگر واقعہ کی تاریخ شعبان سمجھی جائے تو ظاہر ہے کہ بیان ما بعد بے معنی ہو جاتا ہے۔

رات کو اپنے باپ سے جا ملا۔ فتح پانے کے بعد سیف الدولہ اس وقت تک تل کے قریب مقیم رہا جب تک کہ اس کی تعمیر مکمل نہ ہو گئی۔ اس کی تکمیل رجب سنہ ۳۴۳ میں ہوئی۔

سنہ ۳۴۴ (سنہ ۵۵-۹۵۶) میں بردس فوکس نے اس شکست کا بدلہ لینے کے لئے روسیوں، بلغاریوں اور دوسری اقوام کی ایک فوج مرتب کی اور ماہ جمادی الاول میں الحدث کا محاصرہ کیا۔ وہ اتنا کامیاب ہوا کہ اس کی فوج نے شہر کی فصیل میں شگاف کرلیا، مگر یونانی فوج شہر میں داخل نہ ہو سکی، کیونکہ اسی وقت بردس فوکس کو معلوم ہوا کہ سیف الدولہ اس کے مقابلے کے لئے آرہا ہے اس نے محاصرہ اٹھالیا۔ متنبی نے اس واقعہ کا ذکر ایک قصیدہ میں کیا ہے، جس کا مطلع ہے۔

ذی المعالی فیعلون من تعالا — ھکذا ھکذا و الا فلا لا

سنہ ۳۴۴ میں، نویری اور جمال الدین کے بیان کے مطابق طرسوس، اذنہ اور مصیصہ کے لوگ سیف الدولہ کے پاس آئے۔ ان کے ساتھ قیصر کے سفیر بھی تھے، انہوں نے صلح کی درخواست کی، جسے سیف الدولہ نے منظور کرلیا [۱]۔

سنہ ۳۴۵ (سنہ ۵۶-۹۵۷) میں سیف الدولہ نے بطن ھنزیت پر فوج کشی کی، اور دریائے ارناس کے کنارے ٹھیرا۔ کشتیوں کے ذریعہ دریا کو عبور کرکے وہ قلعہ تل بطریق پر حملہ آور ہوا۔ یہاں کا حاکم شمشقیق کا بیٹا یانس تھا۔ اسے بے دخل کرکے سیف الدولہ قلعہ پر قابض ہوگیا۔ اس موقع پر جو لڑائی ہوئی اس میں البلطس (Balantes) کا بیٹا، اور شمشقیق کا داماد دونوں کام آئے، اور ابن قلموط گرفتار ہوا۔ اس سے فارغ ہوکر سیف الدولہ درب الخیاطین واپس آیا، اسے معلوم ہوا کہ دمستق اور اس کا بیٹا کذو بھائے ھی سے اس پر قابض ہیں۔ مگر جنگ میں سیف الدولہ کو فتح ہوئی، اور وہ اچانک آمد کے سامنے ظاہر ہوا۔ جب سیف الدولہ اس مہم پر روانہ ہوا ہے تو اس نے اپنے چچازاد بھائی ابوالعشائر ابن حسین کو قلعہ دلوک [۲] کا حاکم مقرر کیا تھا، اور حکم دیا تھا کہ قلعہ عرنداس کی تعمیر کی تکمیل کرائے۔ دمستق لیو [۳] نے اس پر حملہ کرکے اسے شکست دی اور گرفتار کرکے اپنے ساتھ قسطنطنیہ

---

[۱] فریٹاگ۔ ص ۱۹۲۔ [۲] حلب کے نواح میں صوبۂ عواصم کا ایک چھوٹا شہر ہے یاقوت لفظ دلوک۔ [۳] لیو دمستق نہیں تھا، بلکہ اپنے باپ بردس فوکس کے ماتحت فوج کا افسر تھا۔

لے گیا۔ یہیں ابوالعشائر نے وفات پائی۔ ماہ جمادی الثانی سنہ ۳۴۰ھ کی مہم میں سیف الدولہ نے بہت سے مقامات مثل خرشنہ، صارخہ وغیرہ تباہ کئے، اور رست بن البلنطس (Rost son of Balantes)، لاون بن الاسطراطیقوس (Leo son of Stratikos) اور مکاومہ کے بطریق ابن غزال کو گرفتار کیا۔ خالدیات کے بطریق اور دمستق نے بھاگ کر جان بچائی [۱]۔

سعید بن بطریق کی تاریخ کے ذیل میں بیان کیا گیا ھے کہ سیف الدولہ نے سمید [۲] پر فوج کشی کی تھی اور اسطراطیقوس بن البلنطس کو قید کر لیا تھا۔ وھاں سے واپس آتے ہوئے اُس نے حصن زیاد کا محاصرہ کیا۔ یہاں اس کا مقابلہ دمستق کے بیٹے سے ھوا جو سیف الدولہ کی آمد کی خبر سن کر شامی سرحد سے اسی غرض سے آیا تھا۔ اس عرصہ میں خود دمستق الحدث کا محاصرہ کر چکا تھا۔ اُس نے اھل شہر کی جان و مال کی حفاظت کا وعدہ کیا، اور اسی وعدہ پر شہر اس کے حوالے کر دیا گیا۔ سیف الدولہ الحدث کی کوئی مدد نہ کرنا چاھتا تھا، کیونکہ یہاں کے باشندے اکثر اُس کی اطاعت سے انحراف کرچکے تھے۔ لیکن واپس ہوتے ہوئے اُس نے اس کا انتظام کر دیا کہ یونانیوں کی طرف سے مسلمان قیدیوں پر کسی طرح کی سختی نہ ہونے پائے، اور انہیں آزاد کردیا جائے [۳]۔

سیف الدولہ کے خلاف نو برس کی مسلسل جنگ و جدل کے بعد یونانیوں کو اس بات کا احساس ہوا تھا کہ اگر سیف الدولہ کو فتح ہو تو ان کے لئے خود انہیں کے علاقے میں کوئی جائے پناہ باقی نہیں رھتی؛ اور اگر شکست ہو تو اُس کا اثر چند ماہ سے زیادہ باقی نہیں رھتا، بلکہ

---

[۱] فریٹاگ۔ ص ۱۶۳۔ ابن اثیر یا کسی اور مورخ نے سنہ ۳۴۰ھ کے واقعات کی تمام تفصیل بیان نہیں کی۔ ابن اثیر (ج ۸۔ ص ۱۸۷) نے صرف یہ لکھا ھے کہ اس سال ماہ رجب میں سیف الدولہ نے بلاد روم پر فوج کشی کی، خرشنہ اور صارخہ تک پہنچا، بہت سے قلعے فتح کئے مال غنیمت اور قیدی خوب حاصل ہوئے۔ اس کے بعد وہ اذنہ آیا، اور یہاں سے حلب واپس ھوا۔ یونانیوں نے اپنی شکستوں کا بدلہ اس طرح لیا کہ میافارقین پر حملہ کر کے، قتل و غارت کے بعد، سواد شہر کو جلا دیا۔ [۲] سمید نام کے کسی مقام کا ذکر یاقوت نے نہیں کیا۔ ممکن ھے کہ یہ سمندو ہو۔ [۳] فریٹاگ ص ۱۹۳۔ الخ۔

پہلے سے بڑی اور عظیم الشان فوج کے ساتھ وہ اُن سے لڑنے کے لئے میدان میں نکل آتا ہے۔ مدتوں سے یونانیوں کو مسلمانوں میں ایسا مد مقابل نہیں ملا تھا۔ اب انہیں پورا اندازہ ہو گیا کہ کھلے میدان میں سیف الدولہ کو شکست دے کر برباد کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے انہوں نے سازش سے کام لینا چاہا اس سال جمادی الاول (اگست سنہ ۹۵۷) میں یونانیوں نے سیف الدولہ کے چند امراء سے ساز باز کیا، اور رشوتیں دے کر انہیں اس پر آمادہ کر لیا کہ جب سیف الدولہ دمستق کے مقابلے کے لئے روانہ ہو تو اُسے گرفتار کر کے دمستق کے حوالے کر دیں۔ مگر ایک امیر، ابن کیغلغ، کو ایک فراش کے ذریعہ اس سازش کی اطلاع ہو گئی۔ قبل اس کے کہ سازشیوں کو اس کا علم ہو کہ ان کا راز طشت از بام ہو گیا ہے، سیف الدولہ نے بدووں اور دیالمہ کی ایک جمعیت مہیا کرلی اور حکم دیا کہ جونہی وہ اشارہ کرے یہ لوگ ان سازش کرنے والوں پر ٹوٹ پڑیں، اور ان کا قلع قمع کردیں حلب کی دیواروں کے باہر اس حکم پر عمل کیا گیا۔ حرس کے (۱۸۰) سپاہی قتل اور (۲۰۰) قید ہوئے۔ ان قیدیوں کے ہاتھ، پیر اور زبانیں کاٹ ڈالی گئیں۔ مجرموں میں سے صرف چند ہی اپنی جانیں بچا کر بھاگ سکے۔ اس کے بعد سیف الدولہ حلب واپس آ گیا، جہاں اُس نے (۴۰۰) قیدیوں کے قتل کا حکم دیا۔ دمستق کے بیٹے کو بھاری ہتکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر محل کی ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں قید کر دیا گیا۔ فراش کو، جس نے سب سے پہلے اس سازش کی اطلاع دی تھی، بڑے بڑے انعامات دئے گئے، اور ابن کیغلغ کو اس کی وفاداری کے صلے میں، وسیع جاگیر عطا ہوئی۔ حرس کے جو سپاہی باقی رہ گئے ان پر بھی سیف الدولہ کو اعتماد نہ رہا [۱]۔

ظاہر ہے کہ اس سازش کے بعد سیف الدولہ کو اپنے سپاہیوں بلکہ امراء پر بھی بھروسہ نہیں رہا تھا۔ اس لئے یہ امر تعجب خیز نہیں کہ سنہ ۳۴۶ (سنہ ۹۵۷) میں اُس نے یونانیوں پر فوج کشی نہیں کی۔ یانس بن شمشقیق (Joannes Tzimisces) نے ربیع الاول سنہ ۳۴۷ (مئی جون سنہ ۹۵۸) میں دیار بکر کے شہر آمد، ارزن، اور میافارقین پر یورش کی، سمیساط کو برباد کیا، اور حصن الیمانی کا محاصرہ کرلیا۔ سیف الدولہ نے اُس کے مقابلہ کے لئے نجا الکاسکی کو دس ہزار فوج دے کر روانہ کیا۔ مگر نجا نے سخت سکشت کھائی۔ اُس کے (۵۰۰۰) سوار کام آئے، اور (۳۰۰۰) پیادے گرفتار ہوئے۔

---

[۱] فریٹاگ۔ ص ۱۹۴۔

اس کے علاوہ اُس کی تمام چھاؤنی یونانیوں کے قبضے میں آ گئی۔ اس فتح کے بعد یانس اور البراکوس سمیساط گئے اور اس پر قبضہ کرلیا۔ یہاں سے جب وہ رعبان کی طرف کوچ کر رہے تھے تو سیف الدولہ نے بذات خود ان کا مقابلہ کیا؛ مگر شعبان سنہ ۳۴۶ (اکتوبر نومبر سنہ ۹۵۸) میں شکست کھائی۔ اور یانس نے اُس کا تعقب کیا۔ یونانیوں نے بہت سے سپاہیوں کو قتل کیا، اور اُس کے اہل قبیلہ کو گرفتار کرلیا۔ اُس کے (۱۷۰۰) قیدی قسطنطنیہ بھیج دئے گئے، جہاں انہیں تمام شہر میں گشت کرایا گیا۔ اسی زمانہ میں یونانیوں نے قورس [۱] پر حملہ کیا، اور بہت سے لوگ پکڑ کر لے گئے۔ مگر سیف الدولہ نے انہیں رہا کرالیا۔

اس عرصے میں سیف الدولہ ایک نئی پریشانی میں مبتلا ہوا۔ ناصرالدولہ موصل کا حکمران تھا۔ بغداد کے دربار میں اس کا رسوخ اب تک باقی تھا۔ مگر سلطان معزالدولہ بن بویہ نے اسے اتنا پریشان کیا کہ وہ مع اہل وعیال موصل سے بھاگ کر حلب آ گیا۔ سیف الدولہ نے حلب سے چار فرسخ آگے بڑھ کر اپنے بڑے بھائی کا استقبال کیا، اور اسے دیکھ کر گھوڑے سے اتر پڑا۔ محل میں پہنچ کر اس نے ناصرالدولہ کو تو تخت پر بٹھایا اور خود اس کے قدموں میں بیٹھ کر اپنے ہاتھ سے اس کا جوتا اتارا۔ سیف الدولہ کا خیال تھا کہ ناصرالدولہ اس سے اس قسم کی خدمات نہ لے گا۔ لیکن ناصرالدولہ نے نہ صرف اس وقت ان باتوں کی پروا نہ کی، بلکہ سیف الدولہ کے عزت و احترام کا آئندہ نہایت ہی برا بدلہ دیا۔ بہرکیف سیف الدولہ نے ان باتوں کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ اس نے اپنے بھائی کے نوکروں کو خلعتیں اور انعامات عطا کئے، جن کی مقدار (۳۰۰۰۰۰) دینار تھی، اور پھر خط و کتابت کر کے معزالدولہ اور ناصرالدولہ میں صلح کرادی اور (۲۰۰۰۰۰) دینار بطور تاوان معزالدولہ کو ادا کئے [۲]۔

(۶)

سنہ ۳۴۸ (۹۵۹) میں قیصر قسطنطین کا انتقال ہو گیا، اور رومانوس دوم اُس کا جانشین ہوا۔ یہ نیا قیصر بذات خود نہایت ناکارہ اور عیاش شخص تھا۔ مگر، جہاں تک اسلامی

---

[۱] قورس شہر حلب کے نواح میں ایک قدیم بستی تھی، یاقوت کے زمانہ میں یہ برباد ہوچکی تھی۔ یاقوت لفظ قورس۔ [۲] ابن مسکویہ۔ ج ۲۔ ص ۱۷۱، ۱۷۲۔

جنگوں کا تعلق ھے ، اس کا عہد بہت شاندار رھا ۔ اس زمانے میں ایک تو یونانیوں کو اچھے تجربہ کار سپہ سالار مل گئے ۔ دوسری طرف سیف الدولہ اپنی خانگی پریشانیوں میں مبتلا تھا ، اور گذشتہ سال کی سازش کی وجہ سے اپنے ملازموں اور امیروں پر آسے بھروسہ نہ رھا تھا ۔ لھذا اب آسے اتنی شاندار کامیابی نہیں ھوئی جتنی کہ پہلے ھوئی تھی ۔ روما نوس نے جب جزیرہ اقرلطیش [۱] کی فتح کی تکمیل کرنی چاھی تو یہ کام دمستق نقفور فوکس کے سپرد کیا ، اور نقفور کے بھائی لیو فوکس نے قیصر کے حکم سے طرسوس فتح کرنے کے لئے ایک فوج مرتب کی [۲] ۔ اس مہم میں لیو کو بہت کامیابی ھوئی ۔ آس نے بہت سے قیدی اور معتدبہ مال غنیمت حاصل کیا [۳] ۔ ماہ شوال سنہ ۳۴۸ (سنہ ۹۵۹) میں لیو نے ھارونیہ [۴] فتح کیا ۔ اسی سال آس نے رھا اور حران پر چڑھائی کی اور صوبۂ دیار بکر کو بالکل پامال کر ڈالا ۔ ان لوگوں میں جو اس مہم میں قید ھوئے ابوالفوارس محمد بن ناصرالدولہ بھی تھا ، جو مع اپنی تمام فوج کے یونانیوں کے ھاتھ آیا ۔ یہ شکست نہایت سخت تھی ، اور مسلمانوں کے دلوں پر اس کا اتنا اثر ھوا کہ حلب کے خطیب ، عبد اللہ بن نباتہ ، نے جہاد کا واعظ کہنا شروع کیا [۵] ۔

جب سیف الدولہ ان مسلسل شکستوں کا بدلہ لینے کے لئے روانہ ھوا تو یونانیوں نے اپنا راستہ بدل کر شام کا رخ کیا ۔ یہاں بھی انہیں کامیابی ھوئی ، اور بے شمار مال و دولت اور

---

[۱] یہ جزیرہ آس وقت مسلمانوں کے قبضے میں تھا ۔ سنہ ۲۳۰ (سنہ ۸۴۴) میں عمر بن شعیب نے آسے فتح کیا ، اور آخر وقت تک آسی کی اولاد کے قبضے میں رھا ۔ ابن تغری بردی ج ۲ - ص ۳۵۶ ۔ [۲] فریتاگ ۔ ص ۱۹۵ ۔ [۳] ابن اثیر ۔ ج ۸ ۔ ص ۱۹۹ ۔

[۴] شام کی سرحد پر واقع تھا ۔ اور خلیفہ ھارون الرشید کا بسایا ھوا تھا ۔ اس کے گرد دھری فصیل تھی ، اور دروازے لوھے کے تھے ۔ یونانیوں کی بربادی کے وقت (۱۰۰۰) قیدی مرد و عورت اور بچے پکڑے گئے تھے ۔ یاقوت ۔ [۵] فریتاگ ۔ ص ۱۹۵ ۔

قیدی ان کے ھاتھ آئے۔ سنہ ۳۴۹ (سنہ ۹٦۰) کے آغاز میں سیف الدولہ [۱] (۳۰۰۰۰) فوج لے کر اھل شام کی مدد کو روانہ ھوا۔ شروع میں وہ ھر جگہ کامیاب رھا، اور آسے خوب مال غنیمت اور قیدی حاصل ھوئے۔ لیکن وہ اپنے عقب کو محفوظ کئے بغیر، یونانی علاقہ میں بڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ خرشنہ پہنچا۔ مگر واپسی میں معلوم ھوا کہ یونانی تمام دروں پر قبضہ کر چکے ھیں۔ انہوں نے آخر درب الکجل (یا درب الکجك) پر آسے روکا [۲]۔ یہاں پہنچنے سے قبل اھل طرسوس نے، جو آس کے ساتھ تھے، آسے آگے بڑھنے سے روکنا چاھا تھا، اور آئندہ خطرہ سے آسے آگاہ کر دیا تھا۔ مگر سیف الدولہ خود رائے شخص تھا، اور آسے یہ پسند نہ تھا کہ لوگ یہ کہیں کہ آسے دوسروں کے مشورے سے کامیابی ھوئی ھے۔ نتیجہ یہ ھوا کہ درہ میں داخل ھونے کے بعد یونانی فوج نے گھیر لیا۔ آسے سخت شکست ھوئی۔ (۳۰۰۰۰) میں سے صرف (۳۰۰) آدمی زندہ رھے۔ تمام مال غنیمت اور قیدی بھی آس کے ھاتھ سے نکل گئے۔ [۳] مگر اھل طرسوس نے دوسرا راستہ اختیار کیا تھا۔ یہ لوگ سلامت رھے۔ [۴] جن لوگوں کو یونانیوں نے گرفتار کیا، ان میں مشہور شاعر اور سیف الدولہ کا چچا زاد بھائی ابو فراس حارث بن سعید بھی تھا، جو بالعموم خرشنہ میں رھتا تھا۔ اس کے علاوہ مطرالبلدی اور حلب کا قاضی ابوحصین الرقی بھی قیدیوں میں شامل تھے۔ ایک روایت یہ ھے کہ ابوحصین اس جنگ میں کام آیا تھا [۵]۔ یہ واقعات رمضان سنہ ۳۴۹ (نومبر سنہ ۹٦۰) میں پیش آئے۔ سیف الدولہ نے الحوانیت (الحوانیت) میں رات بسر کی، وھاں سے مصیصہ آیا، اور مصیصہ سے حلب پہنچا۔ اب آس نے احمد بن محمد بن ماثل کو دوبارہ حلب کا قاضی مقرر کیا۔ ذھبی نے بیان کیا ھے کہ اسی سال سیف الدولہ کے غلام نجا نے نہایت کامیابی سے یونانی علاقہ پر حملہ کیا [٦]۔

---

[۱] فرٹیاگ۔ ص ۱۹٦۔ ابن اثیر (ج ۸۔ ص ۲۰۰) نے تعداد نہیں لکھی۔ صرف یہ لکھا ھے کہ، غزا سیف الدولۃ بلادالروم فی جمع کثیر۔ [۲] فرٹیاگ۔ ص ۱۹٦۔ ابن اثیر نے درہ کا نام نہیں لکھا۔ [۳] ابن اثیر ج ۸۔ ص ۲۰۰۔ ابن العبری۔ ص ۲۹۳۔ ابن مسکویہ۔ ج ۲۔ ص ۱۸۱۔ [۴] ابن مسکویہ۔ ج ٦۔ ص ۱۸۱۔ [۵] فریٹاگ ص ۱۹۷۔ [٦] ذھبی ج ۱۔ ص ۱٦۹۔ ابن تغری بردی (ج ۲۔ ص ۳۵٦) نے یہ واقعہ سنہ ۳۵۰ (سنہ ۹٦۱) کا لکھا ھے۔ اور بیان کیا ھے کہ اس میں نجا کو (۱۰۰۰) قیدی، علاوہ مال غنیمت کے حاصل ھوئے تھے۔ ابن اثیر (ج ۸۔ ص ۲۰۲) لکھتا ھے کہ نجا سنہ ۳۵۸ میں میافارقین راستے سے یونانی علاقہ میں داخل ھوا تھا۔

جمال الدین ابوالحسن علی نے لکھا ہے کہ سنہ ۳۴۹ (سنہ ۹۶۰ء) میں نجا حلب سے فوج لے کر قلعہ ذوالقرنین پر چڑھائی کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ ذوالقرنین میں اس کا مقابلہ هریط کے بطریق میکائیل اور ترنیق سے ہوا۔ لیکن باوجودیکہ یونانیوں کی فوج مسلمانوں کے مقابلے میں دس گنا تھی، انہوں نے شکست کھائی، ترنیق اور دوسرے سربرآوردہ لوگ گرفتار ہوئے۔ یونانی فوج کے ایک حصہ نے بلند پہاڑ پر پناہ لی؛ مگر مسلمانوں کی تلوار سے یہاں بھی نہ بچ سکے، اور قتل ہوئے۔ (۴۰۰) سپاہیوں نے امان مانگی اور گرفتار کئے گئے؛ مگر جو لوگ قلعہ میں پناہ گزین ہوئے تھے وہ قتل کردئے گئے۔

سنہ ۳۵۰ (سنہ ۹۶۰) میں نجا هریط کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ اس مہم میں اس نے پہلے ملطیہ میں عبداللہ پر حملہ کیا، اور اسے اور اس کے یونانی دوستوں کو شکست دی۔ اس کے بعد وہ ابن مسلمہ کے علاقہ میں داخل ہوا۔ یہاں بھی اسے کامیابی ہوئی، اور اس نے بہت سا مال غنیمت اور قیدی حاصل کئے۔ نجا کو واپسی میں معلوم ہوا کہ یونانیوں نے درہ پر قبضہ کر رکھا ہے۔ یہ سن کر اس نے تمام قیدیوں کو قتل کرادیا، اور پھر یونانیوں کو شکست دے کر، مال غنیمت اور دیگر سامان سمیت درہ سے گذر گیا۔ اب نجا نے ارمینیہ کے شہر قالیقلا پر حملہ کیا۔ یہاں اسے (۵۰۰) قیدی اور بےشمار مال غنیمت، اور اتنے مویشی اس کے ہاتھ آئے کہ ان کا ساتھ لے جانا ناممکن ہو گیا۔ اس کے بعد نجا حلب واپس آگیا [۱]۔

اسی سال طرسوس اور دوسرے سرحدی شہروں کے باشندوں نے سیف الدولہ کی اطاعت سے انحراف کیا، اور طرسوس کے حاکم ابن الزیات کو اپنا حاکم تسلیم کرلیا۔ چنانچہ ان شہروں میں خلیفہ مطیع کے نام کا خطبہ مسجدوں میں پڑھا گیا [۲]۔

اب تک دمستق لیو مسلمانوں کے خلاف لڑرہا تھا۔ لیکن سنہ ۳۵۰ (سنہ ۹۶۱) میں اس کے بھائی نقفور نے جزیرۂ اقریطش کی فتح مکمل کرلی [۳] اور جب قیصر کو اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو

---

[۱] فریٹاگ۔ ص ۱۹۷ — [۲] فریٹاگ۔ ص ۱۹۷ — [۳] ابن تغری بردی ج ۲۔ ص ۳۵۶ —

اس نے نقفور کو ایشیائے کوچک بھیج دیا - یہ شخص اپنے بھائی کے مقابلے میں زیادہ تجربہ کار اور قابل تھا، اور خیال یہ تھا کہ وہ اس جنگ کو بہت جلد ختم کر دیگا۔ نقفور نے اس مقصد کے لئے ایک زبردست فوج جمع کی جس کی تعداد (۱۶۰۰۰۰) بیان کی جاتی ھے [۱]۔ سیف الدولہ گذشتہ نقصانات کی تلافی بھی نہ کرنے پایا تھا کہ یونانیوں کی نئی تیاریوں کی اطلاع اسے ملی۔ وہ ابھی اس قابل نہ تھا کہ کھلے میدان میں دشمن کا مقابلہ کر سکے۔ لهذا اس نے یہ حکمت عملی اختیار کی کہ مستحکم مقامات کی حتی المقدور حفاظت کی جائے، اور چھوٹی چھوٹی لڑائیاں لڑ کر یونانیوں کو پریشان کر دیا جائے۔ ظاھر ھے کہ اس سے یونانیوں کو کھلے میدان کے پامال کرنے، اور چھوٹے چھوٹے شہروں اور قریوں کو فتح کرنے کا موقع مل گیا۔ اس اثناء میں طرسوس کے باشندے جہاد کے لئے بے چین تھے، ابن الزیات ان کے جوش و خروش کو نہ روک سکا، اور (۴۰۰۰) فوج لے کر شہر سے نکلا، مگر نقفور کے مقابلے میں شکست کھائی، اور بھاری نقصان اٹھایا۔ مقتولین میں ابن الزیات کا بھائی بھی شامل تھا۔ اھل طرسوس کو جب اس شکست کی اطلاع ھوئی تو وہ ابن الزیات سے پھر گئے، اور خود اس کے دل پر اس واقعہ کا اتنا اثر ھوا کہ وہ اپنے محل کی کھڑکی سے دریا میں کود پڑا اور غرق ھوگیا [۲]۔

ابن الزیات کو شکست دینے کے بعد نقفور نے عین زربہ کا رخ کیا۔ یہ شہر سرحد پر مصیصہ کے نواح میں ایک پہاڑ کے دامن میں واقع تھا، اور پہاڑ اس پر چھایا ھوا تھا۔ اسے سنہ ۱۹۰ (سنہ ۸۰۶-۸۰۵) میں ھارون الرشید کے حکم سے ایک ترک خادم ابوسلیمان نے جو اس وقت سرحد کا حاکم تھا، بسایا تھا [۳] نقفور نے شہر کا محاصرہ کیا، اور فوج پہاڑ کی چوٹی تک پھیلا دی۔ دوسری طرف یونانی فوج نے فصیل تک پہنچ کر سرنگ لگانی شروع کر دی۔ اھل شہر نے یہ دیکھ کر کہ بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رھی، امان کے وعدہ پر شہر کے دروازے کھول دئے۔ شہر میں آنے کے بعد نقفور کو معلوم ھوا کہ اس کی فوج کا وہ حصہ جو پہاڑ کی چوٹی پر مقیم تھا، وعدۂ امان سے قبل ھی شہر میں داخل ھوچکا تھا۔ اب اسے اپنے وعدہ پر افسوس ھوا، اور اس نے شام کو شہر میں اعلان کرایا کہ تمام

---

[۱] ابن تغری بردی۔ ج ۲۔ ص ۳۶۰۔ [۲] ابن اثیر ج ۸۔ ص ۲۰۲۔
[۳] ابن اثیر ج ۸۔ ۲۰۲۔ یاقوت لفظ عین زربی۔

لوگ اپنے گھروں سے نکل کر جامع مسجد میں جمع ہوں، اور جو کوئی گھر میں رہ جائیگا، قتل کر دیا جائیگا۔ لوگوں نے اس اعلان پر عمل کیا۔ صبح کو یونانی سپاھی شہر میں آئے، اور انہوں نے تمام خانہ نشین لوگوں کو قتل کر دیا۔ مقتولین کی تعداد، جن میں مرد، عورت اور بچے سب ھی شامل تھے، بے انتہا تھی۔ پھر نقفور نے شہر کے تمام ھتھیار جمع کر کے ان پر قبضہ کر لیا، اور جو لوگ جامع مسجد میں جمع تھے، انہیں حکم دیا کہ جہاں چاھیں چلے جائیں۔ اس اژدھام میں بہت سے لوگوں کی جانیں ضائع ھوئیں۔ شہر سے نکل کر جدھر جسکا منہہ آٹھا، چل کھڑا ھوا، اور بہت لوگ راستہ میں مر گئے۔ شام کو جو لوگ شہر میں باقی رہ گئے تھے انہیں بھی یونانیوں نے تہ تیغ کیا، اور تمام مال و اسباب پر قبضہ کرلیا۔ نقفور نے فصیل شہر بھی مسمار کرادی [۱]۔ فتح عین زربہ محرم سنہ ۳۵۱ (فروری سنہ ۹۶۲) کا واقعہ ھے [۲]۔

عین زربہ سے فارغ ھو کر نقفور نے اس نواح کے (۵۴) قلعے فتح کئے۔ ان میں سے بعض کو خود باشندوں نے اس کے حوالے کر دیا، اور بعض بزور شمشیر فتح ھوئے۔ انہیں قلعوں میں سے ایک قلعہ صلح کے ذریعے آس کے قبضے میں آیا تھا۔ یہاں کے باشندے جب اپنے وطن کو چھوڑ کر بے خان و مان نکلے تو ایک ارمنی سپاھی نے ایک مسلمان عورت سے تعرض کیا۔ مسلمانوں کی حمیت وغیرت جوش میں آئی، اور وہ تلوار سوت کر لڑنے مرنے کے لئے تیار ھوگئے۔ نقفور نے حکم دیا کہ ان سب کو قتل کردیا جائے۔ ان کی تعداد چار سو تھی، یونانیوں نے اس موقع پر بھی مرد، عورت اور بچے کی کوئی تفریق نہ کی۔ ان میں سے صرف وھی زندہ بچے جنہوں نے غلام بننا قبول کیا۔ بغراس کے باشندوں نے ایک لاکھ درھم دیکر یونانی لٹیروں سے جان بچائی۔ اس طرح خون کی پیاس

---

[۱] ابن اثیر ج ۸۔ ص ۲۰۲۔ ابن کثیر نے اپنی کتاب البدایة والنہایة میں لکھا ھے کہ نقفور نے شہر کے گرد (۴۰۰۰۰) کھجور کے درخت بھی کٹوا ڈالے تھے۔ منقول از الطباخ۔ ج ۱۔ ص ۲۶۳۔ [۲] اس واقعہ کی تاریخ میں اختلاف ھے۔ فریتاگ (ص ۱۹۸) نے صرف ذوالقعدہ لکھا ھے۔ دوسرے مورخ محرم سنہ ۳۵۱ بیان کرتے ھیں۔ دیکھو Sadruddin's Saifuddaulah and his Times ص ۸۰۔ حاشیہ (۳)۔

بچھانے اور باشندوں پر مظالم کرنے کے بعد نقفور دوزوں کا زمانہ (صوم النصارا ے) گذارنے کے لئے واپس چلا گیا ، اور فوج کو قیساریہ میں چھوڑ گیا [۱] -

یونانیوں کے عین زربہ سے چلے جانے کے بعد سیف الدولہ نے جمادی الثانی میں اس شہر کو تیس لاکھ درھم خرچ کر کے دوبارہ تعمیر کرایا [۲] - پھر اس نے اپنے حاجب نجا کو ایک فوج دے کر ، جس میں اھل طرسوس بھی شامل تھے ، یونانی علاقہ میں بھیجا - نجا کو اس مھم میں پوری کامیابی ھوئی - مگر اس کے بدلے میں یونانیوں نے سمیسیه [۳] کا قلعه فتح کر لیا - نجا نے اب حصن زیاد پر حمله کر کے یونانیوں کو شکست دی ، اور ان کی فوج کے (۵۰۰) آدمی اس سے آملے - شوال سنه ۳۵۱ (نومبر سنه ۹۶۲) میں یونانیوں نے سیف الدوله کے چچا زاد بھائی ، ابو فراس حارث کو ، جو منبج کا حاکم تھا ، قید کر لیا [۴] - اس کے علاوہ انہوں نے حصن دلوك اور گرد و نواح کے تین قلعے بھی فتح کئے [۵] -

یونانیوں کے عین زربہ سے چلے جانے کے بعد سیف الدوله بالکل مطمئن ھوگیا تھا - مگر [٦] ذی القعدہ سنه ۳۵۱ (اوائل دسمبر سنه ۹۶۳) میں نقفور اور شمشقیق کا بیٹا یانس ، دونوں حلب کے ارادہ سے روانه ھوئے - اس فوج کی تعداد دو لاکھ بیان کی جاتی ھے ؛ جن میں سے (۳۰۰۰۰) ایسے تھے جو جوشن پہنے ھوئے تھے - برفانی علاقوں میں راسته بنانے کے لئے (۳۰۰۰۰) مزدور ساتھ تھے ، (۴۰۰۰) خچروں پر آھنی گوکھرو بار تھے ، تاکه راسته میں بکھیرتے جائیں [۷] - سیف الدوله کو اس فوج کی آمد کی خبر اس وقت ھوئی جب وہ بالکل قریب پہنچ چکی تھی - اس نے جلدی جلدی ایک فوج جمع کی ،

---

[۱] ابن اثیر - ج ۸ - ص ۲۰۴ - یاقوت لفظ عین زربی - [۲] ابن اثیر - ج ۸ - ص ۲۹۴ - یاقوت لفظ عین زربی - [۳] سمیسیه عوام میں سیس کہلاتا تھا - ثغور شام کے بڑے شہروں میں شمار ھوتا تھا ، اور انطاکیه اور طرسوس کے درمیان ، عین زربه کے قریب واقع تھا - یاقوت - [۴] ابن اثیر - ج ۸ - ص ۲۳۳ - ابو الفراس کے قید ھونے کا حال ھم پڑھ آئے ھیں - یه معلوم نہیں که وہ کب رھا ھوا تھا ، اور کب منبج کا حاکم مقرر کیا گیا تھا - [۵] ابو الفداء ج ۲ - ص ۱۰۴ - [٦] فریٹاگ (ص ۱۹۹) نے یه تاریخ ذھبی کے حوالے سے بیان کی ھے - مگر ذھبی کی کتاب دول اسلام میں اس کا ذکر نہیں ھے - [۷] ابن اثیر - ج ۸ - ص ۲۰۳ -

اور اپنے حاجب نجا کی سرکردگی میں اسے یونانیوں کے خلاف روانہ کر دیا، حالانکہ اس کے مشیروں نے اسے مشورہ دیا تھا کہ فوج کو خطرے میں نہ ڈالے۔ نجا فوج لے کر اثارب [۱] گیا، اور وہاں سے انطاکیہ پہنچا۔ مگر یونانیوں نے بالکل دوسرا راستہ اختیار کیا۔ وہ پہلے دلوك آئے اور وہاں سے تل حامد [۲] ہوتے ہوئے تبل [۳] پہنچے۔ سیف الدولہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو نجا فوج کے بڑے حصہ کے ساتھ کوچ کر چکا تھا، اور اب اتنی فوج اس کے پاس نہیں تھی کہ یونانیوں کا مقابلہ کر سکتا۔ لہذا اس نے حلب خالی کر دیا۔ مگر جانے سے قبل لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ: «کل دشمن کی فوج یہاں پہنچ جائیگی، کیونکہ راستہ بدل جانے کی وجہ سے میری فوج اس کا مقابلہ نہیں کر سکی۔ تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ شہر کے دروازے بند کر لو، اور جان ومال کی حفاظت کے وعدہ پر صلح کے لئے سلسلہ جنبانی کرو۔ اس عرصہ میں میں اپنی فوج لے کر واپس آجاؤنگا، اور ہم مل کر یونانیوں کو آسانی سے شکست دے سکینگے»۔ لیکن اہل شہر نے اسے پسند نہ کیا اور کہا کہ: «ہمیں جہاد کی اجازت دو۔ ہم میں سے اکثر ایسے ہیں جو اب تك اس کار خیر میں حصہ نہیں لے سکے؛ مگر اب دشمن دروازے پر ہے»۔ سیف الدولہ نے اسے منظور کر لیا اور کہا کہ «میں بھی تمہارے ساتھ ہوں» اب وہ خود بانقوسا [۴] میں ٹھہرا، اور یونانی فوج الحساسہ (؟) پہنچی۔ یہاں سیف الدولہ اور اہل حلب نے اس کا مقابلہ کیا۔ بے شمار مسلمان قتل اور گرفتار ہوئے۔ مقتولین میں ابوطالب بن داؤد بن حمدان، ابو محمد فیاض (سیف الدولہ کا کاتب) اور سیف الدولہ کا غلام بشرے (بشارہ) بھی تھے۔ شہر حلب کے باب الیہود پر جو گھمسان جنگ ہوئی اس میں پھر بہت سے مسلمان قتل ہوئے۔ سیف الدولہ گھوڑے پر سوار ہو کر چند آدمیوں کے ساتھ مشرق کی طرف بھاگا، اور تنسرین پہنچا۔ یہاں کے باشندے پہلے ہی شہر خالی کر چکے تھے، اور مجبوراً سیف الدولہ کو ایك سرائے میں رات بسر کرنی پڑی۔

---

[۱] اثارب، حلب اور انطاکیہ کے درمیان، حلب سے تین فرسخ کے فاصلے پر ایك قلعہ ہے۔ یاقوت لفظ الاثارب۔ [۲] تل حامد، مصیصہ کی سرحد کا ایك قلعہ تھا۔ یاقوت تل حامد۔ [۳] عزاز کے نواح میں تبل شہر حلب کا ایك گاؤں تھا۔ یاقوت۔ [۴] حلب کے باہر، شمال کی سمت میں، بانقوسا ایك پہاڑ تھا۔ یاقوت۔

سیف الدولہ کو شکست دینے کے بعد یونانیوں نے صرف چار دن حلب کا محاصرہ کیا تھا کہ عمائد شہر نقفور کے پاس آئے ، محاصرہ اٹھا لینے کی استدعا کی ، اور حلفیہ بیان کیا کہ سیف الدولہ شہر میں موجود نہیں ۔ لیکن چونکہ نقفور کو بزور شمشیر شہر فتح کرنے کی امید تھی اس لئے اس نے ان کی باتوں کی مطلق پرواہ نہ کی ۔ ایک روایت یہ ہے کہ صرف دو دن کے محاصرہ کے بعد ۲۲ ذی القعدہ (۲۲ دسمبر) کو نقفور نے خود عمائد شہر کو بلایا تھا ۔ آخر فریقین میں یہ طے پایا کہ اہل شہر کو جان و مال کی امان دی جائے ، اور اس کے بدلے میں وہ بطور تاوان ایک مقرر رقم ادا کریں [۱] ۔ اس کے بعد نقفور شہر کے ایک دروازے سے داخل ہو ، اور نہایت تزک و احتشام سے شہر میں گشت لگا کر دوسرے دروازے سے نکل جائے ۔ یہ گفتگو جب ہو چکی تو عمائد نے ایک رات کی مہلت مانگی ، تاکہ اہل شہر سے بھی مشورہ کر لیا جائے ۔ دوسرے دن صبح کو جب وہ پھر نقفور کے پاس آئے تو اس نے یہ بہانہ کیا کہ انہوں نے راتوں رات اپنے سپاہیوں کو مسلح کر کے شہر کے مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا ہے ، اور یونانی فوج کے داخلے کے وقت یہ سپاہی یونانیوں کا قتل عام کر دینگے ۔ اتفاقاً عمائد میں سے ایک شخص کی زبان سے نکل گیا کہ شہر میں ایک فرد بشر بھی ہتھیار اٹھانے کے قابل نہیں رہا ۔ نقفور نے یہ اشارہ کافی سمجھا ، اور فوراً نقض عہد کا ارادہ کر کے کہا کہ : کل صبح پھر آو "۔ ان کے جانے کے بعد نقفور نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ رات کو شہر پر حملہ کرنے کی تیاری کریں ۔ چنانچہ یونانیوں نے باب قنسرین کے قریب ، جہاں فصیل شہر میدان کے پاس سے گزرتی تھی ، حملہ کرنے کی تیاری کی ۔ علی الصباح فوج نے شہر پر دھاوا کیا ۔ حلب کے باشندوں نے بھی جان توڑ مقابلہ کیا ، اور یونانیوں نے بہت سخت نقصان اٹھایا ۔ آخر یونانی فصیل کے ایک حصہ کو مسمار کرنے میں کامیاب ہو گئے ۔ اسی راستہ سے وہ شہر میں داخل ہوئے ، مگر پس پا کئے گئے ، اور رات

---

[۱] ابن اثیر (ج ۸ ۔ ص ۲۰۳) نے لکھا ہے کہ نقفور نے اس شرط پر محاصرہ اٹھانے کا وعدہ کیا تھا کہ مال کے علاوہ تین ہزار نوجوان لڑکے اور لڑکیاں یونانیوں کے حوالے کی جائیں ۔ مگر عمائد نے یہ شرط منظور نہیں کی ۔

کو اهل شهر نے فصیل کی مرمت کرلی - اب یونانی جبل جوشن تک پس پا هوئے - لیکن سوء اتفاق سے عوام الناس اور شرطه کے سپاهیوں میں جهگڑا هو گیا ، اور ان سپاهیوں نے شهر کو لوٹنا شروع کر دیا - اس هنگامه کی وجه سے فصیل کی حفاظت کما حقهٗ نه هو سکی ، اور لوگ اپنے گهروں کو بچانے میں لگ گئے - یونانیوں کو جب حالات معلوم هوئے تو انهوں نے پهر حلب پر حمله کیا ، اور ایك برج کو منهدم کر دیا - اس طرح ۲۳ ذی القعده ، کو منگل کے دن وه برج الغنم کے راستے شهر میں داخل هوئے - ایك روایت هے که وه ۳۰ تاریخ کو صبح هونے سے قبل شهر میں داخل هوئے تهے - اب خوفناك قتل عام واقع هوا - جب تك یونانی بالکل تهك کر چور نه هو گئے ، انهوں نے تلوار نه روکی - قتل اور گرفتار هونے والوں میں دس هزار صرف لڑکے اور لڑکیاں تهیں - کل مقتولین کی تعداد ایك لاکه پچاس بیان کی گئی هے [۱] - اس کے علاوه جو مال غنیمت انهیں حاصل هوا اس کا نه شمار هے نه اندازه - حلب کے باهر سیف الدوله کا ایك محل تها ، جسے دارین کہتے تهے - صرف اسی میں سے نقفور کو درهموں کے تین سو تهیلے ، دو هزار خچر ، اور لا تعداد هتیار حاصل هوئے - قتل عام اور لوٹ کهسوٹ کے بعد مال غنیمت اتنا ملا که یونانی اسے لے جانے سے عاجز رهے ، چنانچه جو کچه نه لے جا سکے ، اسے وهیں جلا کر خاك کر دیا - مسجدوں کو انهوں نے جلا ڈالا - انهیں میں حلب کی جامع مسجد تهی ، جو جامع دمشق کے نمونه پر تیار هوئی تهی ، اور اس کی تعمیر پر خلیفه سلیمان بن عبدالملك نے بے شمار دولت خرچ کی تهی [۲] - مگر نقفور نے نواح حلب سے کچه تعرض نهیں کیا -

---

[۱] ذهبی - ج ۱ - ص ۱۷۰ - [۲] جمال الدین ابوالحسن علی نے سیف الدوله کے محل سے جو مال غنیمت حاصل هوا تها اس کی تفصیل حسب ذیل کی هے :- (۶۰۰۰) زرهیں ؛ سکوں کے (۳۰۰) تهیلے ، جن میں سو سونے کے تهے ، اور (۲۰۰) چاندی کے ؛ قیمتی کپڑوں کے (۳۰۰) تهان ؛ لاتعداد ریشمی کپڑے جو قدیم زمانه سے یهاں جمع تهے ؛ سونے چاندی کے بیشمار برتن ، (۸۰۰) گهوڑے ، (۵۰۰) خچر ، هتهیاروں ، تلواروں ، پیٹیوں اور جوشنوں کے (۱۰۰) ڈهیر ، اور (۲۰۰) اونٹ - اس کے علاوه محل کی چهت مسمار کرانے سے انهیں بهت دولت ملی - فریٹاگ ص ۲۰۳ - اس کے علاوه دیکهو ابن تغری بردی - ج ۲ - ص ۳۶۱ -

فتح حلب کے بعد نقفور صرف نو دن وہاں ٹہیرا۔ جب مال غنیمت لے کر شہر سے چلنے لگا تو قیصر کے نواسے نے، جو اس کے همراه تھا، اس سے کہا کہ یہ شہر اب همارے قبضے میں هے، اور مزاحمت کرنے والا کوئی نہیں۔ کیوں هم اس کو اس طرح چھوڑ کر چلے جائیں، نقفور نے جواب دیا کہ همیں ایسی فتح حاصل هوئی هے کہ قیصر کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔ هم نے مال غنیمت خوب حاصل کرلیا هے؛ قتل عام، تباهی اور آتش زدگی سے انتقام کی پیاس بجھائی، اور اپنے قیدی رها کرائے هیں۔ اب همیں کس بات کی ضرورت باقی رہ گئی هے؟ دونوں میں تکرار بڑھی، آخر دمستق نے کہا کہ میں شہر کے دروازے پر ٹہیرتا هوں، تم قلعہ کا محاصرہ کرو۔ قیصر کا نواسہ کافی فوج لے کر قلعہ کے دروازے تک بڑھا۔ مگر محصورین نے اس پر ایک پتھر پھینکا، جس سے وہ هلاک هوگیا۔ یونانی اس کی لاش لے کر دمستق کے پاس آئے، اور دمستق نے اس کے بدلے میں، تمام مسلمان قیدیوں کو، جن کی تعداد دو هزار دو سو تھی، قتل کرا ڈالا۔ اس کے بعد وہ حلب سے چلا گیا، اور جاتے هوئے اهل شہر سے کہتا گیا کہ یہ شہر اب همارا هے۔ زراعت کرو، شہر کو دوبارہ تعمیر کرو۔ چند روز میں هم پھر واپس آئینگے۔ نقفور کے واپس جاتے هی سیف الدولہ حلب آیا، اور شہر کو از سر نو تعمیر کرانا شروع کیا [۱]۔

نقفور کے اس طرح اچانک حلب سے چلے جانے کے مختلف اسباب بیان کئے جاتے هیں۔ ایک خیال یہ هے کہ قیصر روما نوس کی موت کے بعد نقفور کو خود قیصر بننے کی توقع تھی۔ دوسری روایت هے کہ نقفور نے ایشا میں سائلہ مستحکم مقامات فتح کر کے اپنی قابلیت کا اظہار کیا تھا، اور اس وقت اس کے قسطنطنیہ جانے کا مقصد یہ تھا کہ خود قیصر کے هاتھ سے انعام و اکرام حاصل کرے۔ لیکن جونہی اسے روما نوس کی موت کی خبر ملی وہ فوراً ٹہیر گیا، اور اپنی فوج برخاست کردی۔ ایک تیسرا سبب یہ بیان کیا جاتا هے کہ نقفور جب حلب سے چلا هے تو نجا سیف الدولہ کی فوج کا بڑا حصہ لے کر اس کے پیچھے پیچھے روانہ هوا تھا، اور برابر اسے نقصان پہنچا رہا تھا۔ سیف الدولہ بھی اپنے

---

[۱] فتح حلب کی تفصیل کے لئے دیکھو:— فریٹاگ۔ ص ۱۹۹ - ۲۰۳۔ ابن اثیر ج ۸۔ ص ۲۰۳۔ ابوالفداء۔ ج ۲۔ ص ۱۰۳۔ ذهبی۔ ج ۱۔ ص ۱۷۰۔ ابن تغری بردی۔ ج ۲۔ ص ۳۴۱۔ ابن مسکویہ۔ ج ۲۔ ص ۱۹۲ - ۱۹۴، اور حاشیہ (۱) ص ۱۹۴ —

حاجب کی مدد کر رہا تھا۔ سیف الدولہ نے اہل دمشق سے مدد مانگی، اور انوجور، اخشید مصر، کا حاکم دمشق، ظالم بن سلال، اس کی مدد کو پہنچا۔

اس اثناء میں رومانوس مرچکا تھا۔ اس نے دو کم عمر بیٹے، بازیل اور قسطنطین چھوڑے تھے۔ نقفور نے اب قسطنطنیہ جانے کا ارادہ کیا۔ مگر وہاں اس کے بہت سے دشمن موجود تھے۔ بہر حال نقفور اپنے مقصد میں کامیاب ہوا، اور دوبارہ ایشیا کا دمستق مقرر کر دیا گیا۔ قسطنطنیہ کے یہ سیاسی انقلابات مسلمانوں کے لئے مفید ثابت ہوئے۔ کیونکہ نئی جنگ کی تیاری میں اب بہت دیر تھی، اور اس عرصے میں شام اور ان صوبوں کے مسلمانوں کو، جو یونانی علاقے کی سرحد پر واقع تھے، دوبارہ طاقت حاصل کرنے اور جنگ کی تیاری کرنے کا موقع مل گیا۔

سنہ ۳۵۲ (سنہ ۹۶۳ - ۹۶۴) میں سیف الدولہ یونانیوں کے خلاف روانہ ہوا۔ وہ بذات خود درہائے کوہ کے پاس ٹھہر گیا، اور نجا فوج لے کر ملطیہ کے علاقے میں داخل ہوا۔ وہ اٹھارہ دن تک یہاں رہا، اور تمام سر زمین کو خوب پامال کر کے سالم و غانم واپس آیا۔ اب مسلمانوں پر ایک نئی مصیبت پڑی۔ اس وقت تمام مسلمان حکمرانوں میں صرف سیف الدولہ ھی تھا جو برسوں سے اسلامی سرحد کی حفاظت کر رہا تھا۔ لیکن سنہ ۳۵۲ کے شروع (اواخر جنوری سنہ ۹۶۳) میں اس پر فالج کا اتنا سخت دورہ ہوا کہ بدن بالکل سن ہو گیا اور زیست کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ باوجود اس دورے کے وہ اس مہم میں نجا کے ساتھ تھا۔ واپسی میں اس پر ایسی غشی طاری ہوئی کہ لوگوں کو اس کی موت کا یقین ہو گیا۔ اس وقت اس کا بھتیجا، ھبتہ اللہ بن ناصر الدولہ، جو اس کی طرف سے حران کا حاکم تھا، اس کے ہمراہ تھا۔ اس نے موقع کو غنیمت سمجھا، اور سیف الدولہ کے ایک غلام کو، خانگی جھگڑے کی بنا پر قتل کر ڈالا۔ سیف الدولہ کو جب افاقہ ہوا تو ھبتہ اللہ سزا سے بچنے کے لئے حران بھاگا۔ یہاں آکر اس نے لوگوں کو اپنے چچا کی موت کا یقین دلایا، اور ان سے اپنے آپ کو مستقل حکمران تسلیم کرا لیا۔ سیف الدولہ نے نجا کو اس کے تعقب میں روانہ کیا۔ جب نجا قریب پہنچا تو ھبتہ اللہ حران سے اپنے باپ کے پاس موصل چلا گیا۔ نجا ۲۷ - شوال کو حران پہنچا۔ وہاں کے عمائد کو گرفتار کر کے ان پر بھاری جرمانہ کیا، اور سخت ترین سزائیں دے کر پانچ دن کے اندر یہ رقم وصول کر لی۔ یہ رقم اتنی تھی کہ اسے ادا کرنے کے لئے اہل حران نے اپنے

گھر کا سامان تک بیچ ڈالا۔ اس طرح بے انتہا مال و دولت لے کر نجا نے حران کو اس کے حال پر چھوڑا، اور حلب کو واپس ہوا۔ حران میں اب چونکہ والی نہ رہا تھا، اس لئے اہل شہر کی جان و مال دونوں غیر محفوظ ہو گئے، اور شہر مفسدوں کا ملجا و ماوا بن گیا [١]۔

نجا کو جب اتنی دولت میسر آئی، تو بجائے اس کے کہ اس کا حساب دیتا، اور اپنے ولی نعمت کا شکر گذار ہوتا، اس نے بغاوت پر کمر باندھی۔ سنہ ٣٥٣ (سنہ ٩٦٤) میں وہ میافارقین کے قصد سے روانہ ہوا، اور وہاں سے بلاد ارمینیہ کا رخ کیا۔ اس علاقہ پر ایک عرب ابوالورد قابض تھا۔ نجا نے اسے شکست دی، اور اسے قتل کر کے، اس کے علاقے پر جس میں خلاط، ملازکرد، اور موش وغیرہ کے شہر شامل تھے قبضہ کر لیا۔ یہاں بھی بیشمار دولت اس کے ہاتھ لگی۔ اب اس نے سلطان معزالدولہ بویہ سے حمدانیوں کے خلاف خط و کتابت شروع کی۔ سیف الدولہ نے نجا کا پیچھا کیا، اور جب وہ میافارقین پہنچا تو نجا وہاں سے بھاگ گیا۔ سیف الدولہ نے ان تمام علاقوں کو جن پر نجا قابض ہو گیا تھا، دوبارہ فتح کر لیا۔ نجا کی فوج منتشر ہو گئی، اور خود اس کا بھائی سیف الدولہ کے پاس آ گیا۔ اس شخص نے آخر نجا کو ترغیب دے کر اسے سیف الدولہ کے دربار میں بلا لیا۔ سیف الدولہ نے بھی اس کے تمام قصور معاف کر دئے، اور پھر پرانے عہدہ پر بحال کر دیا۔ لیکن ماہ ربیع الاول سنہ ٣٥۴ (مارچ سنہ ٩٦٥) میں سیف الدولہ کے چند غلاموں نے اسے قتل کر ڈالا [٢]۔

---

[١] ابن اثیر ج ٨۔ ص ٢٠٥ — [٢] ابن اثیر ج ٨۔ ص٢٠٦۔ ابن مسکویہ (ج ٢۔ ص ٢٠١) کا بیان ذرا مختلف ھے۔ فریٹاگ (ص ٢٠٩) کا بیان بھی ابن اثیر سے مختلف ھے۔ وہ وہ لکھتا ھے کہ سنہ ٣٥٥ (٩٦٥) میں جب یونانیوں اور مسلمانوں میں قیدیوں کا تبادلہ ہوا ھے، تو نجا زندہ اور میافارقین پر قابض تھا؟۔ چنانچہ تبادلہ سے قبل سیف الدولہ کو اس کی طرف توجہ کرنی پڑی تھی۔ اس نے میافارقین کا محاصرہ کیا، اور محصورین سے کہا کہ نجا کو اس کے سامنے کرو۔ جب اس نے نجا کو برج پر دیکھا تو نام لے کر اسے آواز دی نجا نے فوراً جواب دیا ''لبیک یا مولانا''، اس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اطاعت قبول کرنے کے لئے تیار ھے۔ چنانچہ اسی دن وہ سیف الدولہ کے دربار میں (باقی نوٹ ملاحظہ ہو صفحہ ۴٧ پر)

۶ جمادی الثانی سنہ ۳۵۳ (سنہ ۹۶۴) کو سیف الدولہ کی بہن خولہ کا انتقال ہوا۔ یہ حادثہ سیف الدولہ کے لئے بہت سخت تھا۔ کیونکہ خولہ ہمیشہ اس کی ہمدرد اور مددگار رہی تھی۔ چنانچہ جب یونانیوں نے حلب فتح کیا ہے تو اس نے (۱۰۰۰۰) درہم سے سیف الدولہ کی مدد کی تھی۔ متنبی نے اس کا ایک مرثیہ لکھا، جس کا مطلع ہے۔

یا اخت خیر اخ — یا بنت خیر اب [۱]

(۷)

اس اثناء میں قسطنطنیہ پھر ایک سیاسی انقلاب کا اکھاڑا بن چکا تھا۔ ہم لکھ آئے ہیں کہ اس سے قبل نقفور قسطنطنیہ گیا تھا، اور باوجود مخالفت کے دوبارہ ایشیاء کا دمستق مقرر ہوا تھا۔ دارالسلطنت میں بدستور سازشیں جاری رہیں، جن کا نتیجہ آخر یہ ہوا کہ ایشیا کی فوج نے قیصریہ میں نقفور کے قیصر ہونے کا اعلان کر دیا۔ اب وہ یانس بن شمشقیق کو دمستق مقرر کر کے، فوج کے بڑے حصے کے ساتھ قسطنطنیہ چلا گیا۔ یہاں اس کی زیادہ مخالفت نہیں ہوئی بلکہ اہل شہر نے بھی اسے قیصر تسلیم کر لیا۔ اس دوران میں لازمی طور پر دمستق کو جنگ سے ہاتھ اٹھانا پڑا، اور مسلمانوں کو مزید تیاری کا موقع مل گیا۔

آخر سنہ ۳۵۳ (۹۶۴) میں دمستق نے مصیصہ کا محاصرہ کیا۔ باوجودیکہ یونانیوں نے فصیل کے ایک حصہ کو منہدم کر دیا، مگر مسلمانوں نے ان کا ایسا سخت مقابلہ کیا کہ وہ شہر

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۶) حاضر ہوا، اور دوبارہ اپنے پرانے فرائض انجام دینے لگا۔ جب سیف الدولہ کو ہر طرح اطمینان ہو گیا تو اس نے اسے خلعت عطا کی، اور قدیم عنایات مرعی رکھیں۔ لیکن اس کے بعد نجا زیادہ دن زندہ نہ رہا۔ ایک مرتبہ شراب نوشی کے جلسہ میں نجا نے کسی امیر کو بداخلاقی سے مخاطب کیا، اور ایک دوسرے امیر کبجک نے اسے وہیں جلسہ میں قتل کر دیا۔ سیف الدولہ اس وقت بیمار تھا، اور جلسہ میں موجود نہ تھا۔ اس لئے اس قتل کا الزام اس پر نہیں ہے۔ مزید برآں جب سیف الدولہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی، تو اس نے ان تمام لوگوں کو جو اس قتل میں شریک تھے موت کی سزا دی۔ مگر ابن مسکویہ (ج ۲۔ ص ۲۰۹) نے بھی نجا کا قتل سنہ ۳۵۴ ہی کا واقعہ بتایا ہے۔

[۱] فریٹاگ۔ ص ۲۰۵۔

پر قابض نہ ہو سکے - یونانیوں نے اس ناکامی کا بدلہ اس طرح لیا - کہ مصیصہ کے مضافات کو جلا ڈالا - یہی حال اذنہ اور طرسوس کے مضافات کا ہوا، کیونکہ ان شہروں کے باشندوں نے اہل مصیصہ کی مدد کی تھی - ان لڑائیوں میں (۱۵۰۰۰) مسلمان یونانیوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے - وہ صرف پندرہ روز اسلامی علاقے میں ٹھہرے، مگر ان کی کوئی مزاحمت نہیں کی گئی - اس کے بعد قحط کی وجہ سے یونانی واپس چلے گئے؛ مگر جانے سے قبل دمستق اہل مصیصہ، اذنہ اور طرسوس سے کہہ گیا کہ وہ شکست کھا کر نہیں جا رہا، بلکہ قحط کے سبب سے مجبور ہو گیا ہے، اور بہت جلد وہاں واپس آئیگا - اس عرصہ میں جو لوگ شہر خالی کر دینگے وہ بچ جائینگے، ورنہ اس کی واپسی کے وقت جو شہر میں ہونگے قتل کر دئے جائنگے - اس دوران میں ایک خراسانی کے ماتحت (۵۰۰۰) نفوس جہاد کی غرض سے ارمینیہ اور میافارقین ہوتے ہوئے ماہ صفر میں سیف الدولہ کے پاس پہنچے - سیف الدولہ انہیں لے کر یونانی علاقہ کی طرف روانہ ہوا - مگر اس عرصہ میں یونانی واپس جا چکے تھے - قحط کی وجہ سے خراسانیوں کا وہاں ٹھہرنا ناممکن ہو گیا، اور یہ لوگ براہ بغداد اپنے اپنے وطنوں کو واپس چلے گئے [۱] -

ذہبی نے بیان کیا ہے کہ اسی سال سیف الدولہ نے یونانی علاقہ پر حملہ کر کے (۲۰۰۰) قیدی اور (۱۰۰۰۰۰) مویشی حاصل کئے، اور پھر حران اور ملطیہ ہوتا ہوا وہ آمد آ گیا [۲] -

ابن تغری بردی نے لکھا ہے کہ یونانیوں نے حلب کے نواح میں ایک قلعہ پر حملہ کیا، اور اس پر ان کا قبضہ ہونے ہی والا تھا کہ سیف الدولہ کی فوج مقابلے کے لئے پہنچ گئی - اس جنگ میں (۵۰۰) یونانی کام آئے، اور باقی گرفتار کر لئے گئے - پھر معلوم ہوا کہ یونانی دوبارہ مصیصہ پر حملہ آور ہوئے ہیں، اور گرد و نواح کے علاقے کو تاخت و تاراج کر رہے ہیں لیکن پہلے کی طرح اس دفعہ بھی قحط کی وجہ سے وہ لوگ زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکے - اہل مصیصہ اور طرسوس نے ان کا تعقب کیا، بہت سے یونانی قتل ہوئے، اور بے شمار قید کئے گئے - یونانی فوج کی تعداد اور (۳۰۰۰۰) بیان کی جاتی ہے [۳] -

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ - ص ۲۰۷ - ابن تغری بردی ج ۲ - ص ۳۶۷ - فریٹاگ ص ۲۰۵ - ابن مسکویہ ج ۲ - ص ۲۰۲ [۲] فریٹاگ - ص ۲۰۶ - [۳] ابن تغری بردی - ج ۲ - ص ۳۶۷ -

سنه ۳۵۲ (سنه ۹۶۴) میں ھی قیصر نقفور کی ایك سفارت سیف الدوله کی خدمت میں اس مقصد کے لئے حاضر ھوئی که قیدیوں کا تبادله کر لیا جائے۔ اس سفارت کا استقبال نہایت تزك و احتشام سے کیا گیا۔ سیف الدوله نے دربار منعقد کیا، جس کے لئے ایك خیمه خاص طور پر بنوایا گیا تھا، جس کی بلندی (۵۰) ذرع تھی [۱]۔ اسی سال قرامطه نے سیف الدوله سے استدعا کی که کچھ لوھا انہیں دے دیا جائے، چنانچه اس نے بہت سا لوھا ان کے پاس بھیجا، جو براہ دریائے فرات پہلے ھیت لایا گیا، اور پھر خشکی کے راسته سے ھجر پہنچا دیا گیا [۲]۔

سنه ۳۵۴ (سنه ۹۶۵) قیصر نقفور نے ایك نیا شہر قیصریه (قیساریه [۳] ؟) کے نام سے آباد کیا، تاکه اسے مرکز قرار دے کر ھر وقت اور ھر موسم میں اسلامی سرحد پر حمله کیا جاسکے۔ وہ خود قیصریه میں رھنے لگا، اور اپنے باپ کو بطور نائب قسطنطنیه میں مقرر کیا [۴]۔ اھل مصیصه اور طرسوس نے، یونانیوں کے اس قدر قریب ھونے سے خوف زدہ ھوکر، نقفور سے خط و کتابت کرکے اس کی اطاعت قبول کرلی، اور استدعا کی که ان پر کسی کو حاکم مقرر کردیا جائے۔ نقفور نے یه درخواست منظور کرلی۔ مگر پھر اسے معلوم ھوا که اھل طرسوس ایسے سخت قحط کی مصیبت میں مبتلا ھیں که ھر روز تین سو آدمی بھوک سے مر رھے ھیں [۵]۔ اس لئے وہ وعدے سے پھر گیا، مسلمانوں کے ایلچی کے سر پر وہ خط جلادیا جو وہ لیکر آیا تھا، جس سے اس کی داڑھی جل گئی۔ اور کہا که،، تمہاری حالت وھی ھے جو موسم سرما میں سانپ کی ھوتی ھے۔ جب اسے سردی لگتی ھے تو ضعیف ھوجاتا ھے، اور دیکھنے والا سمجھنے لگتا ھے که مرگیا ھے؛ لیکن جب اس کے پاس جاکر اس پر احسان کرنے

---

[۱] فریٹاگ۔ ص ۲۰۶۔ ابن تغری بردی ج ۲۔ ص ۳۶۶ — [۲] ابن تغری بردی ج ۲۔ ص ۳۶۶۔ ابن مسکویه ج ۲۔ ص ۲۰۳ — [۳] ابن تغری بردی۔ ج ۲۔ ص ۳۶۹۔ ابن مسکویه۔ ج ۲۔ ص ۲۱۰ — [۴] ذھبی۔ ج ۱۔ ص ۱۷۲ — [۵] فریٹاگ (ص ۲۰۷) لکھتا ھے که نقفور کو ان مقامات کی بدحالی کی کیفیت اس طرح معلوم ھوئی تھی که اس سے وعدہ کیا گیا تھا که اگر وہ اھل طرسوس اور مصیصه کی درخواست قبول کرلیگا تو یونانی قیدی رھا کردئے جائنگے۔ چنانچه مسلمانوں نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ ان یونانیوں نے نقفور کو اھل ملك کے مصائب سے مطلع کیا۔ اسی بنا پر اس نے نقض عہد کیا۔ اور جنگ کی تیاری شروع کردی۔ ذھبی ج ۱۔ ص ۱۷۲ —

لکھتا ھے وہ فوراً ڈس لیتا ھے۔ اسی طرح تم بھی ضعف کی حالت میں خوشامدین کرتے ھو اور اگر تمہیں چھوڑدوں تو مضبوط ھوکر مجھی کو تکلیف پہنچاؤ گے [۱]۔

اس کے بعد ھی سنہ ۳۵۴ (سنہ ۹٦۵) میں نقفور نے مصیصہ پر حملہ کیا۔ یہ شہر دریائے جیحان (Pyramus) کے کنارے، انطاکیہ اور یونانی علاقہ کے درمیان، شام کی سرحد پر، طرسوس کے قریب واقع تھا، اور مدتوں سے اس سرحد پر مسلمانوں کا زبردست فوجی مرکز سمجھا جاتا تھا۔ یہ نہایت معمور اور بارونق شہر تھا، اس کی آبادی دو لاکھ بیان کی جاتی ھے۔ اس کے گرد بکثرت باغ تھے، جنھیں دریائے جیحان سیراب کرتا تھا [۲]۔ نقفور نے شہر کا محاصرہ کیا، اور آخر (۴۰۰۰) آدمی کھوکر اسے فتح کرنے میں کامیاب ھوا۔ اھل مصیصہ نے بھاگ کفربیا میں پناہ لی، مگر جب یہ مقام بھی یونانیوں نے فتح کرلیا تو اھل مصیصہ کا قتل عام کیا گیا، اور جو باقی رھے انھیں قسطنطنیہ منتقل کردیا گیا [۳]۔

مصیصہ کو فتح اور تباہ کرکے نقفور طرسوس کی طرف متوجہ ھوا۔ روایت ھے کہ اسے ھارون الرشید کے عہد میں تعمیر، یا کم از کم دوبارہ تعمیر کیا گیا تھا، اور خلیفہ نے اسی شہر کو اپنے نئے سرحدی صوبے العوصم کا صدر مقام بنایا تھا۔ یہ شہر شام کی سرحد پر، انطاکیہ، حلب اور یونانی علاقہ کے درمیان واقع تھا۔ اس کے گرد دوھری فصیل اور وسیع خندق تھی۔ شہر میں داخل ھونے کے چھ دروازے تھے، اور دریائے بردان شہر کے بیچ میں سے ھوکر گذرتا تھا۔ سرحد پر سب سے زیادہ مستحکم اور اھم مقام ھونے کی وجہ سے اسلامی دنیا کے ھر حصے کے مجاھدین یہاں جمع تھے، جو امن کے زمانے میں اپنے اپنے کاموں میں مشغول رھتے اور جنگ کے وقت ھتیار اٹھا لیتے۔ ان کے گذارے کے لئے بڑے بڑے اوقاف تھے۔ یہ حالت سنہ ۳۵۴ تک جاری رھی، مگر اس سال کے قحط کی وجہ سے یہاں کے حالات بے حد زبون ھوگئے تھے، اور باشندوں میں دشمن کا مقابلہ کرنے کی سکت نہ رھی تھی۔

---

[۱] ذھبی۔ ج ۱۔ ص ۱۷۲۔ ابن مسکویہ ج ۲۔ ص ۲۱۰۔ [۲] یاقوت۔ لفظ مصیصہ۔ ابوالفداء ج ۲۔ ص ۱۰۴۔ لی اسٹرینج: ص ۵۰۵، ۵۰٦۔ [۳] ابوالفداء ج ۲۔ ص ۱۰۴، ۱۰۵۔ فریٹاگ ص ۲۰۷۔ ابن مسکویہ ج ۲۔ ص ۲۱۱، ۲۱۲۔ حاشیہ (۱)۔

نقفور کے حملے کے وقت رشیق النسیمی سیف الدولہ کی طرف سے یہاں کا حاکم تھا۔ اس نے اس شرط پر شہر یونانیوں کے حوالے کر دیا کہ مسلمانوں کو وہاں سے چلے جانے، اور جس قدر مال وہ اٹھا سکیں لے جانے کی اجازت دی جائے۔ مگر شہر میں داخل ہونے کے بعد یونانی فوج کے ہر سپاہی نے ایک ایک مسلمان کے گھر پر قبضہ کر کے اسے نکال دیا، اور اس کے مال و اسباب پر متصرف ہو گیا۔ یہاں تک ہوا کہ باپ اپنی اولاد سے بچھڑ گئے، بیویوں نے اپنے شوہروں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا، اور لوگ نہایت بے سر و سامانی کی حالت میں اپنے وطن سے چل کھڑے ہوئے۔ شہر یوں برباد ہوا اور اہل شہر تباہ و بدحال انطاکیہ چلے گئے جو طرسوس میں رہے وہ یا تو قتل ہوئے اور یا عیسائی ہو گئے۔ یاقوت لکھتا ہے کہ طرسوس پر یہ گزر رہی تھی، اور سیف الدلہ میا فارقین میں عیش کر رہا تھا۔ دوسرے حکمرانوں کو آپس کے جھگڑوں سے اتنی فرصت نہ تھی کہ مسلمانوں کی حفاظت اور جہاد کا فرض ادا کریں [۱]

ابن اثیر نے بیان کیا ہے کہ نقفور نے طرسوس کی جامع مسجد کو اصطبل بنا لیا تھا، اور اس کا منبر جلا ڈالا تھا۔ مسلمانوں کے چلے جانے کے بعد اس نے شہر دوبارہ آباد کیا، اور بے انتہا سامان خوراک وہاں بھیجا۔ یہاں تک کہ اہل شہر پھر خوش حال ہو گئے، اور بہت سے پرانے باشندے اپنے وطن واپس آ گئے۔ مگر ان میں سے بعض نے عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ نقفور یہ چاہتا تھا کہ طرسوس کو مسلمانوں کے ملک پر حملہ کرنے کی غرض سے اپنا صدر مقام بنائے۔ تمام انتظام کر کے وہ قسطنطنیہ واپس چلا گیا۔ دمستق، یعنی یانس بن شمشقیق، میا فارقین پر حملہ کرنا چاہتا تھا، مگر نقفور نے اسے حکم دیا کہ اس کے ساتھ قسطنطنیہ چلے [۲]۔

اپنے غیاب کے زمانہ میں سیف الدولہ نے اپنے ایک خادم قرعویہ کو حلب کا حاکم مقرر کیا تھا، اور انطاکیہ پر ایک اور امیر تنج الیمکی (یا الثملی) کو نائب بنا کر بھیجا تھا۔ لیکن اہل انطاکیہ نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کیا؛ اور رشیق النسیمی کو، جو طرسوس سے وہاں آ گیا تھا، اپنا حاکم بنا لیا۔ رشیق نے تمام کام ابن الاھوزی نام ایک شخص کے سپرد کر دیا، اور قیصر کو (۶۰۰۰۰۰)

---

[۱] یاقوت۔ لفظ طوسوس۔ ابوالفداء ج ۲۔ ص ۱۰۵ [۲] ابن اثیر ج ۸۔ ص ۲۱۰۔ اس کے علاوہ دیکھو ابن مسکویہ۔ ج ۲۔ ص ۲۱۱، ۲۱۲۔ حاشیہ (۱)۔

درہم دینے کا وعدہ کیا۔ لوگوں کے تالیف قلوب کے لئے رشیق نے ایک جعلی خط خلیفہ کی طرف سے بنایا، جس میں آسے سیف الدولہ کی جگہ انطاکیہ کا حاکم مقرر کیا گیا تھا۔ یہ خط مسجدوں میں پڑھا گیا۔ رقم مہیا کرنے کی غرض سے پہلے تو ابن الاھوازی نے خزانہ پر قبضہ کیا، اور پھر قرضے کے نام سے لوگوں سے خوب مال حاصل کیا۔ اس دولت کی مدد سے ان دونوں نے (۵۰۰۰) فوج تیار کی اس وقت صرف بطریق کرسٹوفورس سیف الدولہ کا وفادار رہا، اور ابن الاھوازی اور رشیق کے وعدہ و وعید کے باوجود دیر سمعان میں سیف الدولہ کا منتظر رہا۔ اس اثنا میں ابن الاھوازی نے رشیق کو حلب فتح کرنے پر راضی کر لیا۔ اتفاق سے اسی عرصے میں دزبر نامی ایک دیلمی اپنے بہت سے ہم وطنوں کے ساتھ انطاکیہ پہنچا۔ اسے ساتھ لے کر حلب پر فوج کشی کی گئی۔ قرعویہ کو حلب کے قلعہ میں محصور ہو جانا پڑا۔ اتنے میں سیف الدولہ نے اپنے غلام بشرے کی سرکردگی میں ایک فوج قرعویہ کی مدد کے لئے بھیجی۔ لڑائی کے دوران میں رشیق گھوڑے سے گر پڑا، اور ایک عرب نے آس کا کام تمام کر دیا۔ اب ابن الاھوازی نے دزبر کو انطاکیہ کا حاکم بنا دیا۔ حلب پر ان باغیوں کا قبضہ ہو گیا، اور دزبر نے رقم جمع کرنے میں وہاں سخت مظالم کئے۔ قرعویہ باغیوں سے لڑنے کے لئے انطاکیہ روانہ ہوا، مگر ابن الاھوازی اور دزبر کے مقابلے میں شکست کھائی۔ معتدبہ رقم جمع کرنے کے بعد دونوں باغی حلب سے واپس جا چکے تھے۔ سیف الدولہ اب حلب آیا، اور صرف ایک رات قیام کرنے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔ حلب کے قریب ھی آس کا مقابلہ ابن الاھوازی اور دزبر سے ہوا۔ باغیوں نے شکشت کھائی، اور دونوں گرفتار ہوئے۔ دزبر اسی وقت قتل کر دیا گیا۔ ابن الاھوازی چند روز قید رکھا گیا، اور پھر وہ بھی قتل کر دیا گیا [۱]۔

فریٹاگ نے جمال الدین ابو الحسن علی کے حوالہ سے بیان کیا ھے [۲] کہ سنہ ۳۵۴ میں سیف الدولہ نے اپنے بھائی ناصر الدولہ کے ساتھ تعلقات کو مستحکم کرنے کی غرض سے اپنی بیٹی ست الناس کی شادی ناصرالدولہ کے بیٹے ابو تغلب سے کی۔ اس کی یادگار میں سونے کے نئے سکے مسکوک کرائے گئے، جن کی قیمت ۳۰، ۲۰ اور ۱۰ دینار تھی۔ ان سکوں کے ایک طرف یہ عبارت تھی :—

---

[۱] ابوالفداء ج ۲ - ص ۱۰۵ - ابن اثیر ج ۸ - ص ۲۱۰، ۲۱۲ - فریٹاگ نے یہ واقعہ بہت تفصیل سے بیان کیا ھے۔ دیکھو۔ ص ۲۱۰ - ۲۱۲ - [۲] فریٹاگ۔ ص ۲۰۸ -

محمد رسول اللہ امیر المومنین علی بن ابی طالب فاطمۃ الزہراء الحسن و الحسین جبرئیل
اور دوسری طرف تھا:۔

امیر المومنین المطیع للہ الامیران الفاضلان ناصر الدولہ و سیف الدولہ الامیران ابو تغلب و ابو المکارم

اس موقع پر سیف الدولہ نے (۰۰۰۰۰ء) دینار خیرات کئے۔ مگر اسی سال ماہ ربیع الثانی کے وسط میں ابو المکارم کا انتقال ہوگیا۔ بعض مورخوں نے سکوں کی ان عبارتوں سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ سیف الدولہ عقائد کے لحاظ سے یا تو شیعہ تھا یا کم از کم شیعیت کی طرف مائل تھا۔

سنہ ۳۵۵ (سنہ ۹۶۶) میں خراسانیوں کی ایک جماعت جہاد کی غرض سے محمد بن عیسیٰ کی سرکردگی میں میافارقین پہنچی۔ سیف الدولہ کے بیٹے، ابو المعالی نے ان کا استقبال کیا [۱]۔ اس سال یونانیوں نے آمد کا محاصرہ کیا۔ انہوں نے تین سو اہل شہر کو قتل اور چار سو کو گرفتار کیا، مگر وہ شہر فتح نہ کر سکے۔ یہاں سے ہٹ کر وہ دارا کی طرف چلے۔ نصیبین کے قریب پہنچے تو ایک قافلہ ملا جو میافارقین سے آ رہا تھا۔ اسے انہوں نے لوٹ لیا۔ اہل نصیبین ان کی آمد کی خبر سن کر اتنا گھبرائے کہ شہر خالی کر دیا۔ سیف الدولہ بھی یہاں موجود تھا۔ وہ ابھی جانے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ یونانیوں نے اپنا راستہ بدل دیا، اور انطاکیہ کی طرف چلے۔ انہوں نے کچھ مدت اس کا محاصرہ کیا۔ جب اسے فتح نہ کر سکے، تو مضافات شہر کو لوٹ کر جلادیا، اور طرسوس چلے گئے [۲]۔ ایک روایت [۳] یہ ہے کہ جب یونانیوں نے انطاکیہ کا محاصرہ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو سیف الدولہ نے اپنے بھائی ناصر الدولہ سے مدد مانگی، مگر اس نے مدد دینے سے انکار کر دیا۔ دوسری طرف اہل انطاکیہ اس قدر گھبرائے کہ انہوں نے نقفور کی اطاعت کرنے اور بہت بڑی رقم ادا کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مگر نقفور نے ایسی شرائط پیش کیں جنہیں منظور نہ کیا جا سکا۔ اس لئے نقفور نے نصیبین سے ہٹنے کے بعد منبج کا محاصرہ کیا، اور مضافات شہر جلا ڈالے۔ لیکن جب لوگوں نے اطاعت قبول کر لی تو ان سے کچھ تعرض نہیں کیا۔ یہاں سے نقفور وادی بطنان کی طرف روانہ ہوا، اور

---

[۱] ابن تغری بردی ج ۲۔ ۳۸۴ – [۲] ابن اثیر ج ۸۔ ص ۲۱۴ – [۳] ابن مسکویہ۔ ج ۲۔ ص ۲۲۰۔ حاشیہ (۱)۔

سیف الدولہ قنسرین گیا۔ مگر سیف الدولہ کی فوج، اور خانہ بدوش عربوں نے یونانیوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ اس علاقہ کو انہوں نے اتنا لوٹا کہ رسد بہم پہنچانا ناممکن ہو گیا۔ باوجود اس کے سیف الدولہ نے نقفور سے خط و کتابت کی، اور صلح کرنے کی غرض سے ایک بہت بڑی رقم دینے کا وعدہ کیا۔ مگر نقفور نے منظور نہ کیا اور کہا کہ نصف شام میرے حوالے کر دو۔ بہر حال بد حال ہونے کے باوجود نقفور نے آٹھ دن تک انطاکیہ کا محاصرہ کیا، اور آخر تنگ آ کر وہاں سے ہٹ گیا [۱]۔

گو نقفور صلح کرنے سے انکار کر چکا تھا، لیکن یونانی گزشتہ ناکامیوں سے بد دل ہو رہے تھے، اور ان کی فوج سنہ ۳۵۵ (سنہ ۹۶۶) کی مہموں میں تقریباً تباہ ہو چکی تھی۔ دوسری طرف سیف الدولہ بھی بیمار تھا، اور کسی بڑی مہم کی نگرانی بذات خود نہ کر سکتا تھا۔ لهذا اب فریقین میں صلح ہوئی، اور فیصلہ ہوا کہ قیدیوں کا تبادلہ کر لیا جائے۔ اس غرض سے سیف الدولہ میافارقین آیا۔ نجا کی بغاوت کی وجہ سے جو شورش اور بد امنی پیدا ہو گئی تھی اسے فرو کرنے کے بعد وہ سمیساط چلا گیا۔ یہیں پر غرہ رجب سنہ ۳۵۵ (۲۳ جون سنہ ۹۶۶) کو دریائے فرات کے کنارے قیدیوں کا تبادلہ ہوا، اور زر فدیہ ادا کیا گیا۔ قید سے رہا ہونے والوں میں سیف الدولہ کا بھتیجا ابو الفوارس محمد بن ناصر الدولہ، اس کا چچا زاد بھائی ابو فراس، اور ابو الهیثم بن قاضی ابو حصین بھی شامل تھے۔ ابو فراس منبج کا حاکم تھا، اور رجب سنہ ۳۵۱ میں یونانیوں نے اس علاقہ پر حملہ کیا تھا تو گرفتار ہوا تھا، اور اب اسے قید سے رہائی ملی تھی [۲]۔ ابو الفوارس کے متعلق ابن تغری بردی نے

---

[۱] ابن تغری بردی (ج ۲۔ص ۳۲۷) نے لکھا ہے کہ انطاکیہ کا حاکم محمد بن موسے الصلاحی خزانۂ عامرہ کی پوری رقم لے کر بظاہر سیف الدولہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوا تھا، لیکن راستہ میں مرتد ہو کر یونانی علاقہ میں چلا گیا۔ ایک روایت ہے کہ اس نے شہر کو یونانیوں کے حوالے کر دینے کا ارادہ کیا تھا، مگر لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے ایسا نہ کر سکا، اور اس خوف سے کہ اس کی غداری کی خبر سیف الدولہ کو نہ پہنچ جائے، خزانے کی رقم لے کر شہر سے نکل گیا۔ [۲] فریٹاگ نے زبدۃ الحلب میں ابو فراس کا ایک قصیدہ نقل کیا ہے جس میں اس نے اپنی قید اور فدیہ کا ذکر کیا ہے۔ دیکھو زبدۃ الحلب ص 135 —

لکھا ھے کہ قیصر کی بہن نے اپنے بھائی سے یہ وعدہ لیا تھا کہ ابوالفوارس کے بدلے میں خود اس کا بھائی چھڑالیا جائیگا۔ چنانچہ سیف‌الدولہ نے اس یونانی امیر کو تین سو آدمیوں کے ساتھ قلعہ ھیاج بھیجا۔ دوسری طرف سے تین سو یونانی ابوالفوارس کو لیکر وھاں پہنچے۔ قلعہ کے قریب پہنچ کر فریقین کے پانچ پانچ آدمی اپنے قیدی کو لیکر آئے، اور ھر دو قیدی رھا کردئے گئے [۱]۔ سیف الدولہ نے (۳۰۰۰) مسلمان قیدیوں کے بدلے میں (۴۰۲۰۰) یونانی دینار بطور زرفدیہ ادا کئے۔ تبادلہ کا فیصلہ ھوجانے کے بعد سیف‌الدولہ نے دوسرے دن ان آزاد شدہ قیدیوں کو ایک فوج کی حفاظت میں حلب کی طرف روانہ کردیا۔

صلح ھونے کے بعد سیف الدولہ بہت دن تک زندہ نہیں رھا۔ وہ تین برس سے برابر بیمار چلا آرھا تھا۔ شیزر میں تھا کہ اس کی بیماری میں اضافہ ھوا۔ جب زیست کی کوئی امید نہ رھی تو اسے حلب لے آئے۔ یہاں پہنچنے سے دو تین دن بعد ۲۵ صفر سنہ ۳۵٦ [۲] (۹ فروری سنہ ۹٦۷) کو اس عظیم الشان شخص کا، جس نے تیئس برس تک اسلامی سرحد کی حفاظت کی تھی، انتقال ھوگیا۔

خدا رحمت کند بر عاشقان پاک طینت را

روایت ھے کہ فوجی مہموں کے دوران میں جو گرد اس کے کپڑوں پر جم جاتی تھی اسے باحتیاط جمع کر کے سیف الدولہ نے ھتیھلی کے برابر ایک اینٹ بنوائی تھی، اور وصیت کی تھی کہ قبر میں یہ اینٹ اس کے رخسار کے نیچے رکھ دی جائے۔ اس پر عمل کیا گیا [۳]۔ اس نے (۵۲) برس (۲) مہینے اور (۸) دن کی عمر پائی۔ مرض‌الموت کے متعلق دو روائتیں ھیں۔ بعض کا قول ھے کہ اسے حبس‌البول کا عارضہ تھا [۴]، اور بعض کہتے ھیں کہ اس نے فالج سے انتقال کیا [۵]۔ اس کا جنازہ تقی‌الدین کی حفاظت میں، جو انطاکیہ سے اسی غرض سے حلب آیا تھا، میافارقین لایا گیا، اور یہاں اس کی والدہ کے پہلو میں اسے دفن کیا گیا [٦]۔

---

[۱] ابن تغری بردی - ج ۲ - ص ۳۴۷ - [۲] ابن خلکان - ج ۱ - ص ۳٦٦ -
[۳] ابن خلکان - ج ۱ - ص ۳٦٦ - [۴] ابن خلکان ج ۱ - ص ۳٦٦ - [۵] ابن اثیر ج ۸ - ص ۲۱۷ - [٦] ابن خلکان ج ۱ - ص ۳٦٦ -

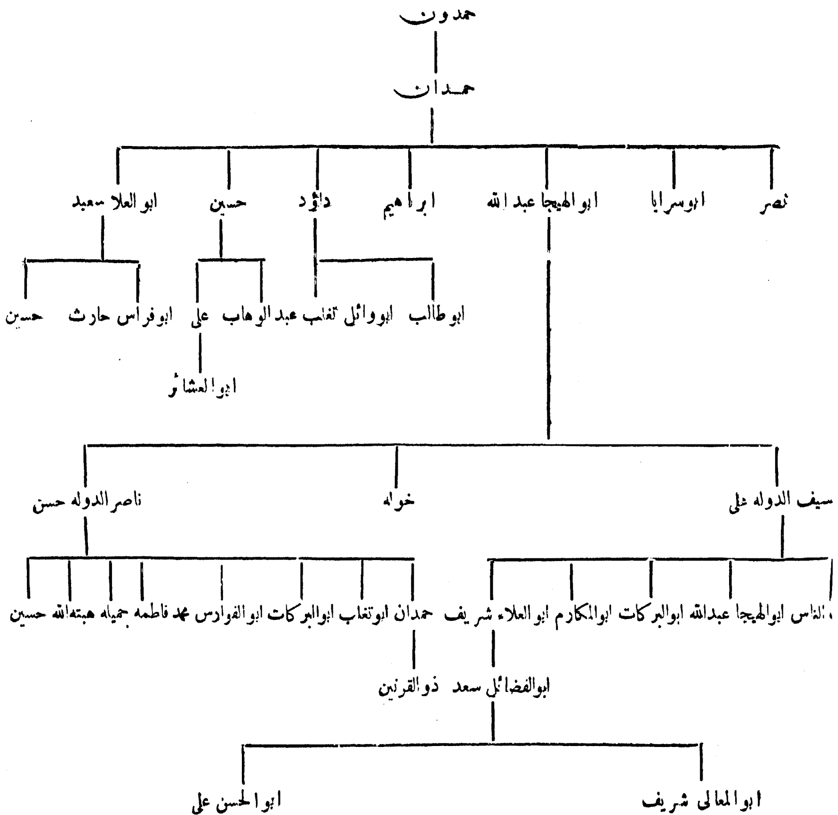
سیف الدولہ کے چار بیٹے تھے ۔ ابو الہیجا عبداللہ نے سنہ ۳۳۸ (سنہ ۹۴۹) میں انتقال کیا ۔ ابوالبرکات کی موت جمادی الآخر سنہ ۳۵۴ (سنہ ۹۶۵) کو واقع ہوئی ، اور ابوالمکارم کا انتقال سنہ ۳۵۵ (سنہ ۹۶۶) میں ہوا ۔ ابو المعالی سعد الدولہ باپ کا جانشین ہوا ۔

گذشتہ اوراق میں جو کچھ بیان ہوا وہ سیف الدولہ کی زندگی کا صرف ایک رخ تھا ۔ بہادر سپاہی اور تجربہ کار سپہ سالار ہونے کے علاوہ سیف الدولہ علم و فن کا مربی ، اور علماء و فضلاء کا سر پرست تھا ۔ اسی وجہ سے اس کا دربار ہر طرح علوم و فنون کا مرکز بن گیا تھا ۔ جب تک اس کی زندگی کے اس رخ کو ظاہر نہ کیا جائے اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا کہ دنیائے اسلام میں اس شخص کے کارنامے کیا تھے ، اور کس طرح اس نے ایک طرف مسلمانوں کی سر حد کی حفاظت کی ، اور دوسرے طرف علم و فن کو فروغ دیا ۔ کہا جاتا ہے کہ "وانہ لم یجتمع بباب احد من الملوك بعد الخلفاء مااجتمع ببابہ من شیوخ الشعر و نجوم الدھر" [١] ۔



[١] ابن خلکان ۔ ج ١ ۔ ص ٣٦٤ ۔

بنی حمدان کا شجرۂ نسب [۱]



---

[۱] Wustenfeld's Genealogische Tabalen der Arabischen Stamme und Familien, Gottingen, 1852. C.

موجودہ شجرہ میں بہت کچھ اضافہ کیا گیا ہے۔

حوالہ جات :-

(۱) ابن اثیر : کامل جلد ۷، ۸ - مطبوعہ مصر سنہ ۱۲۹۰ ہجری

(۲) ابو المحاسن ابن تغری بردی : نجوم الزاھرہ - جلد ۲ - مصححہ ژون بال . لیدن (بریل) سنہ ۱۸۸۵ ء

(۳) ابو الفداء : کتاب المختصر فی اخبار البشر - جلد ۲ - مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۲۵ ہجری

(۴) ذھبی : دول الاسلام - جلد ۱ - دائرۃ المعارف - حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۳۷ ہجری

(۵) الیافعی ، عفیف الدین : مرآۃ الجنان و عبرۃ الیقظان - جلد ۲ - دائرۃ المعارف - حیدرآباد دکن - سنہ ۱۳۳۷ ہجری

(۶) ابن خلکان : وفیات الاعیان - مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۱۰ ہجری

(۷) یاقوت : معجم البدان - مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۲۷ ہجری

(۸) محمد راغب بن محمود بن ھاشم الطباخ : اعلام النبلاء فی تاریخ حلب الشہباء - جلد ۱ - حلب سنہ ۱۳۴۲ ہجری

(۹) ابن العبری ، غریغوریوس ابی الفرج بن ھارون الطبیب الملطی المعروف بہ : تاریخ مختصر الدول

(۱۰) ابن مسکویہ : تجارب الامم جلد ۲ مصححہ آمدروز - مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۲۳ ہجری

(۱۱) مسعودی : کتاب التنبیہ والاشرف - مصححہ دی خویہ

(۱۲) ابن خلدون : کتاب العبر - مطبوعہ مصر - جلد ۴

(۱۳) زبدۃ الحلب - مصححہ فریتاگ (Freytag) - مطبوعہ پیرس سنہ ۱۸۱۹ ء -

(۱۴) Freytag: Geschichte der Dynastien der Hamdanides in Mosul und Aleppo. (In Zeitschritt der Deutschen morgenlandischen Gesellschaft, vol. XI, 1857)

اس مضمون کا حوالہ فریتاگ کے نام سے دیا گیا ھے -

(۱۵) [illegible]druddin, M.,: Saifuddaulah and his Times, Lahore, 1930.

(۱٦) [illegible]trange: Palestine under the Moslems, London, 1890.

(۱۷) [illegible] Geschichte der Chalifen, Mannheim, 1848, vol. II. III.

(۱۸) W[illegible]feld: Genealogjsche Taballen der Arabishen Stamme und Familien, Got[illegible]n, 1852.

اور راہ بتانے والی (للمتقین) خاص پرہیزگاروں کے تئیں' کیونکہ یہ پرہیزگاراں ساتھ اوس کتاب کے فائدہ پائے ہوئے ہیں (الذین) وہ لوگ کہ سانچے پے اعتقاد اپنے سے (یومنون) خواہش کرتے ہیں (بالغیب) ساتھ نیں دیکھی ہوئی چیز کے - وہ کون ہے یعنے حق تعالیٰ اور وہ کون یعنے فرشتے اور وہ کون ہے یعنے قیامت کا دن ساتھ علاقہ والے اُس قیامت کے یا چھپا ہوا وحی ہے - اور کہے ہیں مراد غیب سے قضا و قدر ہے کہ مسلمانوں نے ساتھ اُن چیزوں غیب کے ایمان لاتے ہیں (و یقیمون) اور قائم رکھتے ہیں اور ادا کرتے ہیں (الصلوۃ) نماز پانچ وقت کے تئیں ساتھ شرطیں اور ادبیں اُس نماز کے یعنے واجبات اور مستحبات نماز کے ادا بخوبی کرتے ہیں - (ومما رزقناھم) اور اُس چیز سے ساتھ ان متقیوں کے بخشش کیے ہم (ینفقون) نفقہ کرتے ہیں یعنے دیتے ہیں اوپر اہل اور عیال اور قرابتی اور ہمسایہ والے اور صاحب حق داروں کے —

یہ تفسیر بھی بعد کے زمانے کی ہے اس میں قدیم الفاظ کہیں نہیں آتے لیکن زبان دکنی ہے - مثلاً چھپنا چھونے کی جگہ استعمال کیا گیا ہے - اور اسما کی جمع ان سے بنائی گئی ہے' مثلاً لوگاں' مایاں وغیرہ - عبارت اکثر ناقص اور بے ربط ہے —

یہ ترجمے اور تفسیریں جن کا ذکر اس مقالے میں کیا گیا ہے تیرھویں صدی کے آخر تک کی ہیں - موجودہ صدی کے ترجموں اور تفسیروں سے بحث نہیں کی گئی - ہر ایک کے ساتھہ ترجمے یا تفسیر کا نمونہ بھی دے دیا گیا ہے تا کہ زبان کے اتار چڑھاؤ کی کیفیت معلوم ہوتی رہے - پانچ کے سوا باقی سب قلمی ہیں —

حصہ دوم

(ورق الٹئے)

سیف الدولہ حمدانی

حصہ دوم

از

(جناب محمد جمیل الرحمن صاحب - ایم - اے پروفیسر تاریخ جامعۂ عثمانیہ)

اوراق ما سبق کا سرسری مطالعہ بھی اس امر کے ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ آل حمدان کی دونوں شاخوں ' موصلی و حلبی ' میں سیف الدولہ بلا شک و شبہ سب سے بڑا آدمی تھا —

سوال یہ ہے کہ آخر کس چیز نے اُسے اتنا بڑا آدمی بنایا؟ یقیناً اُس کے کیرکٹر (خصائل) نے - اُس کے کارنامے جن سے اُس کی علوئے شان نظر آتی ہے ناظرین کو مرعوب کرنے کے لیے کافی ہیں ؛ مگر ضرورت ہے کہ اُس کے خصائل کو اور زیادہ نمایاں کرکے دکھلایا جائے ' کیوں کہ اس کے بغیر نہ صرف اُس کے سوانح و حوادث حیات نامکمل رہ جائیں گے اور اس کی اصلی عظمت کا اندازہ نہ ہوگا ' بلکہ تاریخ کے اس بڑے فرزند سے ہم اخلاق جو سبق لے سکتے ہیں ' وہ حاصل نہ ہوسکیں گے ؛ حالانکہ بڑے بڑے آدمیوں کی سوانح عمریوں کے بیان کرنے اور سننے کا مدعاے اصلی یہی ہے —

یہ نہ بھولنا چاہیے کہ کسی شخص کی ' عام اس سے کہ وہ چھوٹا ہے یا بڑا ' اہمیت کا اندازہ کرنے اور اُس کے متعلق راے فیصل قائم کرنے میں بڑی دقت یہ ہوتی ہے کہ گو اُس کی زندگی کے مکمل حالات اور تفاصیل معلوم ہوں ' مگر یہ اُس کے اصلی مقاصد کے پتا چلانے میں مددگار نہیں ہوتے - بیش بریں نیست کہ ہم ظاہری اور سطحی چیزیں دیکھ لیتے ہیں ' مگر بطون کا علم سواے اللہ کے کسی کو نہیں ہوتا - کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آدمی ایک کام جو آج کر رہا ہے اور دیکھنے والوں کی نگاہ میں

وہ اچھا یا برا نظر آرہا ہے، اُس سے کرنے والے کا کیا ارادہ ہوتا ہے اور وہ اُس سے برا یا اچھا کیا نتیجہ نکالنا چاہتا ہے۔ اس کا اندازہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ جب ہم اپنے ہم عصروں، بلکہ ہم نشینوں کے متعلق ان باتوں کا فیصلہ کرنے میں قاصر رہتے ہیں اور دھوکے کھاتے ہیں، تو ایسے شخص کی نسبت حتمی طور پر کچھہ کہنا مشکل ہوگا جسے گزرے ہوئے صدیاں ہوگئیں؛ جس کے بچپن کے حالات ہمیں معلوم نہ ہوں؛ جس کی تعلیم و تربیت کا حال ہمیں کچھہ نہ بتلایا گیا ہو؛ جس کی جوانی کے حالات سے ہم بے خبر ہوں؛ جس کی زندگی کے کارناموں کو بتلانے میں مورخین نے غیر مسلسل اور غیر مربوط واقعات بیان کردینے کو کافی سمجھا ہو؛ انتہا ہے کہ دنیا کے اتنے بڑے فرزند کا حلیہ بتلانے میں بھی بخل کیا گیا ہو!—

غرض، سیف الدولہ کے متعلق سرے ہی سے دقتوں کا سامنا ہے۔ ہم کہہ آے ہیں کہ اُس کے بچپن کے حالات اور اُس کے تعلیمی کوائف مورخین نے بیان نہیں کیے کہ یہ کہا جاسکے کہ وہ ذہین تھا یا غبی، فہیم تھا یا بلید، اُس کے جوہر نمایاں، ستارۂ بلندی روشن دکھائی دیتا تھا یا نہیں، تاکہ یہ اندازہ لگایا جاسکے کہ آیندہ چل کر جو کچھہ اُس نے کر دکھلایا، اُس کے تخم اُس میں موجود تھے یا نہیں۔ یعنی اگر فی المثل سیف الدولہ کو سکندر رومی مانا جاے تو اُس کا ارسطو کون تھا۔ یہ باتیں بہ ظاہر اہم نہیں معلوم ہوتیں، مگر سوانح نگار کو نتائج اخذ کرنے میں مدد دے سکتی ہیں۔ فریتاگ نے جمال الدین کی تاریخ کے حوالے سے اتنا تو لکھا ہے کہ "سنہ ۳۱۵ھ (۹۲۷ع) میں سیف الدولہ اپنے بھائی ناصرالدولہ کی طرف سے صوبۂ دیار بکر کا ماتحت حاکم مقرر ہوا تھا۔ وہ اپنے بھائی کے ساتھہ وہاں گیا تھا اور اس موقعے پر بھی اُس نے کارہاے نمایاں کیے تھے۔ اس زمانے میں وہ زیر تعلیم تھا" لیکن اگر سیف الدولہ کی تاریخ پیدایش سنہ ۳۰۱ھ مانی جاے تو اُس کی عمر چودہ برس کی، اور اگر سنہ ۳۰۳ھ مانی جاے تو کل بارہ برس کی عمر ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ کاتب نے سنہ ۳۲۵ھ کی جگہ سنہ ۳۱۵ھ لکھہ دیا ہو*—

یہ محض قیاسات ہیں، جو قابل وثوق نہیں؛ اور وہ بھی ایسے کہ ہم کو

* فریتاگ ص ۲۱۴، حاشیہ زیریں۔

صرف اتنی نامکمل بات معلوم ہوتی ہے کہ جب وہ دیار بکر کا ماتحت حاکم مقرر ہوا ہے تو وہ زیر تعلیم تھا - کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کیسی تعلیم تھی ' کہا تھی ' کون معلم تھا —

ہم کو جو سیف الدولہ سے سب سے پہلے معتبر طور پر واسطہ پڑتا ہے تو سنہ ۳۲۳ ھ (سنہ ۹۳۴ ع) میں اُس کے بڑے بھائی ' ناصرالدولہ نے اُسے ایک بڑی فوج کا سپہ سالار بنایا ہے ؛ اور ایک اور موقعے پر اسے ماتحت سپہ سالار مقرر کیا ہے - چونکہ اس سے پیشتر کے حالات ہمارے سامنے نہیں ہیں ' اس لیے بہت زیادہ ممکن ہے کہ ہم غلطی پر ہوں ' مگر موجودہ بے بسی کی صورت میں صرف یہی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ اس کے جوہر وہی تھے : کیونکہ وہ ایک سپاہی کی حیثیت سے اپنے آپ کو شروع زمانے ہی میں نمایاں کر چکا تھا - یہ بھی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اسی ابتدائی زمانے سے سیف الدولہ ان کاموں کے لیے تیار تھا ' جو اس کی زندگی کے کارنامے بنے اور اس کو اپنے عہد کے بہادروں اور سیاست دانوں کی صف اول میں جگہ ملی - مختصر یہ ہے کہ وہ اسی زمانے میں سپاہیانہ زندگی کا بہت کچھ تجربہ حاصل کر چکا تھا - اسی تربیت نے اسے اس قابل بنا دیا تھا کہ اس نے اتنی بڑی بڑی لڑائیاں نہایت ہمت و استقلال سے لڑیں - قاعدۂ مستمرہ کے موافق اس نے بڑے بڑے میدان بھی سر کیے اور بڑی بڑی شکستیں بھی کھائیں - لیکن اس کا یہ بھی بڑا کارنامہ ہے کہ شکستوں کے موقعوں پر اس نے ہراس کو پاس نہیں آنے دیا -

جب سے وہ حلب کا مستقل حکمراں ہوا اُس وقت سے مرتے دم تک ' اُس کی زندگی کا بڑا حصہ میدان کارزار میں گزرا ؛ لیکن اُس کا یہ کمال بلاشبہ مستحق داد ہے کہ اتنی مشغولیت پر بھی وہ علمی مشاغل کے لیے وقت نکال ہی لیتا تھا -

اُس کو رزم محبوب تھی ' یا وہ اس کے لیے مجبور تھا ؛ اس لیے ہم اُس کے خصائل کا مطالعہ میدان رزم میں پہلے کرنا چاہتے ہیں ' اس کی معارف نوازی کو بعد میں دیکھیں گے ' کیونکہ وہ بزم سے تعلق رکھتی ہے —

———:*:———

- ۲ -

سیف الدولہ دسویں صدی عیسوی (چوتھی صدی ہجری) میں گزرا ہے - تاریخ کے ناظرین سے مخفی نہیں ہے کہ یہ وہ پر آشوب زمانہ تھا کہ تمام دنیا کا یہ دستور ہو رہا تھا کہ ہر وہ شخص' جو ذراسی بھی قوت حاصل کرلے اور تھوڑی سی فوج جمع کرلے وہ یہ کوشش کرتا تھا کہ خود مختار حکمراں بن جائے اور جہاں تک ہوسکے اپنے علاقے کو وسیع کرتا چلا جائے؛ خواہ یہ ملک گیری آیندہ مستقل ثابت ہو' یا محض نقش بر آب - اس جد و جہد میں وہ اس کی مطلق پروا نہیں کرتا تھا کہ ایسا کرنے سے کس کس کی حق تلفی ہوتی ہے' یا کتنی مخلوق کی جانیں ضایع ہوتی ہیں اور اُن کے پس ماندگان پر کیا گزرتی ہے - مختصر یہ ہے کہ حقوق و فرایض بے معنی الفاظ بنے ہوے تھے اور اشرف المخلوقات انسان کی زندگی کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہی تھی' تابہ پس ماندگان چہ رسد - ایشیا میں تو یہ حالت مرکزی حکومت خلافت عباسیہ کی کمزوری سے واقع ہوئی؛ مگر یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یورپ اس افراتفری میں مبتلا نہ تھا؛ وہاں بھی وہی کیفیت تھی کہ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس - سچ پوچھیے تو وہاں کی حالت اور بھی خراب اور زدہ تھی - رومتہ الکبری کی پرانی روایات دلوں سے محو ہوچکی تھیں؛ مرکزی حکومتیں اول تو تھیں ہی نہیں اور تھیں تو ان میں اتنی سکت باقی نہ تھی کہ اس قسم کے حریص اور ڈاکو اُمراء کو جو کشت و خون سے منزلت پاے ہوے تھے' روک دیں - یہ اُمراء در حقیقت ڈاکوؤں اور راہ زنوں کی حیثیت رکھتے تھے اور ہر وقت یورپ کے خرمن امن و امان کو آگ لگاے رکھتے تھے - یہ زمانہ یورپ میں فروسیت کے آغاز کا زمانہ تھا - مگر جس چیز کو وہ فروسیت کہتے تھے وہ اہالی یورپ کی بربریت اور وحشت کی ایک مکروہ تصویر اور اُس کا مظاہرہ تھا - واقعہ یہ ہے کہ اگر اس عہد کی یورپ اور ایشیا کی تاریخ کا مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہو کہ اسلامی ایشیا کی حالت باوجود ابتری' خرابی' باہمی کش مکش کے یورپ سے بہ درجہا بہتر تھی - ایشیا میں اس وقت بھی ایک عظیم الشان اور قابل قدر تہذیب برابر اپنا کام کر رہی تھی اور اُس میں ترقی ہو رہی تھی - اہالی یورپ اسے بالکل کھو

چکے' بلکہ بھلا چکے تھے —

یہ پر آشوب و خطر زمانہ تھا کہ سیف الدولہ پیدا ہوا' اسی کی گود میں اُس نے نشو و نما پائی' اسی آب و ہوا میں اُس نے پرورش اور اسی گرد و پیش میں تربیت پائی - یہ کیوں کر ہو سکتا تھا کہ وہ اس زمانے کے سیاسی حالات سے متاثر ہوے بغیر رھے - گرد و پیش کے حالات سے اگر قطع نظر کر لی جائے ' تو خود اُس کے خاندان کی گزشتہ تاریخ شاھد ھے کے آل حمدان نے کبھی کسی مناسب و موزوں موقعے کو ھاتھ سے نہیں جانے دیا تھا اور ھر ممکنہ کوشش کرتے تھے کہ جو مرتبہ اُنہیں حاصل ہو گیا ھے اُسے نہ کھوئیں بلکہ اس میں برابر اضافہ کرتے رھیں - اس جد و جہد میں نہ انھوں نے کسی کے حقوق کی پروا کی نہ کشت و خون کی —

سیف الدولہ کی ابتدائی زندگی کے جو کچھ حالات ھم کو معلوم ھیں ان سے ظاھر ھوتا ھے کہ وہ اپنے بھائی' ناصرالدولہ ' کے زیر اثر تھا - خود ناصرالدولہ مذکورۂ بالا خصوصیات کا حامل تھا اور وہ ھر اچھے برے موقعے سے فائدہ اُٹھاتا تھا - اس کی اس خصلت کے اظہار کے لیے صرف ایک مثال پیش کر دینی کافی ھے کہ اس نے سنہ ۳۳۲ ھ (سنہ ۹۴۳ ع) میں ابن رائق کو قتل کرا ڈالا - سیف الدولہ اسی بھائی کا تربیت یافتہ تھا' تو یہ بات کچھ باعث تعجب نہیں ھے کہ وہ اپنی بلند نظری اور اولوالعزمی کی آرزو کو پورا کرنے کے لیے اپنے بھائی کے قدم بہ قدم چلا اور اُس سے یہ درخواست کرتے ہوے تامل نہ کیا کہ اُسے کوئی صوبہ حکومت کے لیے دے دیا جائے- غور کیجیے کہ اس سے امتحان دینا مقصود نہ تھا ' بلکہ اپنے جذبات بلند نظری کو پورا کرنا مد نظر تھا - ناصرالدولہ نے اُسے مشورہ دیا کہ حلب اور اُس کے ملحقہ علاقوں پر ' شام کے مالکوں کے علی الرغم ' قبضہ کر کے بہ زور شمشیر اُس پر حکومت کرے ؛ اور اگر اس پر بھی اُس کو صبر نہ آئے اور قسمت بھی یاوری کرے ' تو دمشق کو بھی فتح کر لے - اندھا کیا چاھے ؟ دو آنکھیں- سیف الدولہ نے فوراً اپنے بھائی کے مشورے کو بہ دل و جان قبول کیا اور اس پر عمل پیرا ہو گیا - ظاھر ھے کہ یہ مشورہ ھرگز قابل تحسین نہ تھا اور اس پر عمل کرنا بالکل نا قابل معافی - خصوصاً اس وجہ سے کہ اس وقت سیف الدولہ اور اخشید ' حکمران مصر کے تعلقات دوستانہ تھے اور اخشید

ہی ان حصص ملک پر قابض و متصرف تھا جن پر حملہ و قبضہ کرنے کی اسے رائے دی گئی تھی - یقیناً ازروئے اخلاق یہ نا قابل معافی جرم تھا - سیف الدولہ کے اس اقدام کا اگر کوئی جواب دیا جاسکتا ہے تو صرف یہ کہ اقتضائے زمانہ ! ناصرالدولہ کا یہ مشورہ اس زمانے کے دستور کے عین مطابق تھا اور سیف الدولہ نے اس پر اس لیے عمل کیا کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اپنے ہم عصروں اور ہم چشموں کی نگاہ میں سبک ہوتا اور وہ سب اُسے احمق سمجھتے- بہر حال سنہ ۳۳۳ ھ (سنہ ۹۴۳ ع) میں سیف الدولہ نے حملہ کیا اور اخشید کے مقابلے میں شکست کھائی- تعجب تو یہ ہے کہ اخشید نے ، باوجود اس کے کہ وہ فریق غالب تھا ، سیف الدولہ سے استدعائے صلح کی اور وہ صلح پر راضی ہوگیا ! نہیں کہا جاسکتا کہ اس کو سیف الدولہ کی خوش اخلاقی پر محمول کیا جائے ، یا یہ سمجھا جائے کہ اُس نے آیندہ کی تیاری کا موقع پیدا کرلیا - بہر کیف اس وقت اُس نے اپنے بھائی کے مشورے پر عمل نہیں کیا —

اخشید کی وفات کے بعد اور حالات بدلے ہوں ، یا نہ بدلے ہوں ، مگر صلح اب تک قائم تھی- سیف الدولہ نے اس کی پروا نہ کی ، نہ اس کا لحاظ کیا کہ اخشید کے خاندان سے وہ مصاہرت کا رشتہ پیدا کر چکا ہے ، اُس نے اس واقعے سے فائدہ اُٹھایا اور دمشق کو دبا بیٹھا - اب اس کو عہد شکنی نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے - اس کا اگر کوئی جواب ہوسکتا ہے تو صرف یہ کہ تاریخ عالم ایسے بہت سے واقعات پیش کرسکتی ہے - اگر ہر حکم ران کو اس قسم کی باتوں کا جواب دہ قرار دیا جائے تو شاید بہت کم ایسے لوگ نکلیں گے جو مستوجب سزا نہ ہوں - اس ضمن میں اس کو نہیں بھولنا چاہیے کہ شاید جب سے دنیا متمدن ہوئی ہے اُس وقت سے اب تک معاہدات و محالفات اعتراف کم زوری ہوتے ہیں اور جیسے ہی کم زور فریق زور پکڑلیتا ہے یہ محالفات تار عنکبوت بن جاتے ہیں —

بہر حال جو صورت بھی ہو فریتاگ تک کو اس کا اعتراف ہے کہ میدان کارزار میں بھی سیف الدولہ کا سلوک اپنے مفتو حین کے ساتھ انسانیت کا ہوتا تھا - چنانچہ جب سنہ ۳۳۳ ھ (سنہ ۹۴۳ ع) اُس نے اخشید پر فتح پائی تو فتح کے بعد اُس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ تلوار کو روک لیں اور کسی کا تعاقب نہ کریں ؛ بلکہ جو لوگ گرفتار کیے جا چکے

ہیں اُن کو بھی رہا کر دیں * —

لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیے کہ سیف الدولہ موقع و محل پر سختی سے کام لینا نہیں جانتا تھا - سنہ ۳۳۹ ھ (سنہ ۹۵۰ ع) میں یونانیوں † نے اُسے بے طرح گھیر لیا - اُسے سخت شکست برداشت کرنی پڑی اور وہ بڑی مشکل سے اپنی جان بچا سکا - یہ ایسا موقع تھا کہ سیف الدولہ یونانیوں کو متعدد شکستیں دے کر واپس آرہا تھا اور یونانی قیدیوں کی تعداد کثیر اُس کے ساتھ تھی - اگر وہ ذرا بھی جذبات انسانیت سے کام لیتا یا ذراسی بھی غفلت کرتا تو یہی قیدی اُسے اور اُس کی فوج کو تباہ و برباد کرنے میں یونانی فوج کے ممد و معاون ہو جاتے - اس لیے سیف الدولہ نے بلا تامل حکم دیا کہ اُن قیدیوں کو فوراً قتل کر دیا جائے - اس حکم کی فی الفور تعمیل ہوئی - اس نازک وقت سے چشم پوشی کر کے فریتاگ لکھتا ہے کہ " اُس کا یہ بے رحمانہ فعل آیا اس لیے تھا کہ حالات سے وہ مجبور ہو گیا تھا ' یا وہ ان ناکردہ گناہ قیدیوں سے اپنی شکست کا بدلہ لینا چاہتا تھا ‡ ؟ " اس سوال کا جواب دینے کی مطلق ضرورت نہیں ہے ' کیوں کہ ہر صاحب فہم سمجھ سکتا ہے کہ مصلحت وقت کیا تھی اور یہ سوال کس وجہ سے پیدا کیا گیا ہے —

سیف الدولہ کی اُفتاد مزاج معلوم کرنے اور قیدیوں کو قتل کرا ڈالنے کی مصلحت کو سمجھنے کے لیے ایک اور واقعے پر غور کرنا چاہیے - مرنے سے ایک سال قبل ' ۳۵۵ ھ (۹۶۵ ع) میں اُس نے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو یونانیوں کی قید سے نجات دلائی - اس تبادلے کے وقت اُس نے یہ تمیز روا نہ رکھی کہ رہا ہونے والے قیدی اُس کے خاندان کے رکن ہیں ؛ یا معمولی سپاہی - جو مسلمان قیدی تبادلے کے بعد بھی یونانیوں کے ہاتھ میں رہ گئے اُن کا سیف الدولہ نے زر فدیہ ادا کیا - پھر اس خیال سے کہ کوئی قیدی باقی نہ رہ جائے اُس نے رہے سہے قیدیوں کے بدلے میں اپنے نہایت قیمتی ہتھیار بہ طور ضمانت ' یونانیوں کے پاس رکھے اور اپنا حاجب بھی ' بہ طور یرغمال ' اُن کے پاس بھیج دیا ' مگر ان احسان فراموش آزاد

---

* فریتاگ ص ۲۲۱ - † اوراق ما بعد میں یونانیوں سے ہر جگہ بازنطینی مراد ہیں -
‡ فریتاگ ص ۲۲۱ -

شدہ قیدیوں کی ایک جماعت پھر یونانی فوج میں داخل ہوگئی - ایک آیندہ جنگ کے موقعے پر یہ لوگ سیف الدولہ ہی کے ہاتھ قید ہوے تو اُس نے حکم دیا کہ ان سب کو قتل کردیا جائے - اس کے مقابلے میں یہ دیکھنے کے قابل بات ہے کہ اُس کے خاص خادم، نجا، نے بغاوت کی؛ مگر جب وہ معافی کا خواستگار ہوا تو سیف الدولہ نے نہ صرف اُسے معاف ہی کر دیا، بلکہ اُسے خلعت عطا کرکے دو بارہ دربار میں جگہ دی —

ایک اور مثال لیجیے - سنہ ۳۴۶ ھ (سنہ ۹۵۷ ع) میں سیف الدولہ کے بہت سے موالی یونانیوں کے سکھائے پڑھائے میں آگئے اور اُن کے ساتھ مل کر اپنے ولی نعمت کو گرفتار کرکے دمشق کے حوالے کر دینے کی سازش کی - راز طشت از بام ہو گیا - سازش کرنے والوں کو سخت سزائیں دی گئیں - کون کہہ سکتا ہے کہ وہ بدترین سزا کے مستحق نہ تھے مگر فریتاگ کو اعتراض ہے کہ سزا کی نوعیت قابل نفرت تھی * - غالباً فریتاگ کو یاد نہیں رہا کہ وہ دسویں صدی عیسوی تھی جب تمام دنیا میں اس قسم کی سزائیں روز مرہ تھیں اور " قابل نفرت " نہیں سمجھی جاتی تھیں —

مذکورۂ بالا واقعات سے ہم بہ خوبی اندازہ کرسکتے ہیں کہ سیف الدولہ کے خصائل میں خوں ریزی اور بے رحمی کو زیادہ دخل نہ تھا - وہ ہمیشہ موقع و محل کو دیکھ کر کام کرتا تھا - یونانی قیدیوں اور خود اُس کے زرفدیہ دے کر رہا کرائے ہوے قیدیوں کو اُس نے قتل کرا دیا؛ کیوں کہ اُن کے زندہ رہنے میں اُس کی جان اور شہرت خطرے میں تھی اور موخرالذکر کی کورنمکی تو ظاہر ہی ہے - ان کو قتل کرانے پر کسی صاحب عقل کو اعتراض نہ ہوگا - نجا کا جرم بلاشبہ بہت سخت تھا - نمک حرامی اور احسان فراموشی سے بڑا گناہ اور کیا ہوسکتا ہے؛ مگر اُس کو سیف الدولہ نے بے تامل معاف کردیا - کیوں کہ اس معافی سے نہ اُس کی ذات کو کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا، نہ اُس کی سلطنت کو؛ بلکہ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ ایک قدیم الخدمت خادم سے، جو ہمیشہ وفادار رہا، ذراسی

* فریتاگ ص ۲۲۱

لغزش ہوئی اور وہ اُس سے پچھتایا اور شرمایا تو اُس کو معاف کر کے اُس نے اور بھی جان نثار بنالیا - اس کے بعد جو نجا قتل ہوا ہے ، اور جس طرح قتل ہوا ہے ! اس واقعے کو ہم بیان کر چکے ہیں - ناظرین خود غور کر کے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس کی ذمہ داری کسی طرح سیف الدولہ پر عائد نہیں ہوسکتی ـــ

فریتاگ نے بالکل ٹھیک لکھا ہے کہ سیف الدولہ کے خصائل کا سب سے نمایاں اور قابل قدر پہلو اُس کا استقلال ہے - اُس کی ثابت قدمی ، تہور اور ذاتی بہادری کی وجہ سے اُس کی اکثر شکستیں بھی اُس کا عظیم الشان کارنامہ معلوم ہوتی ہیں - اُس کے ان خصائل سے ، جیسا کہ عام طور پر ہوا کرتا ہے ، اُس کے رفقائے کار بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے - اُس کو دیکھ کر ان لوگوں میں بھی خلوص کے ساتھ یہی صفات پیدا ہو جاتی تھیں - ان ہی وجوہ سے جفاکشی اور وفاداری کا جو جذبہ اُن کے دلوں میں کام کرنے لگتا تھا اس کی مثال اُس زمانے میں ملنا دشوار ہے - سیف الدولہ کی اس خصلت کو دیکھ کر یہ سب انتہائی وفاداری کے ساتھ بالکل اُسی کے ہو رہے تھے ـــ

سیف الدولہ کے ان خصائل کا اظہار شروع ہی میں ہوا تھا - سنہ ۳۳۲ ھ (سنہ ۹۴۳ ع) میں توزون کے خلاف اُسے تین دن مسلسل لڑنا پڑا - دشمن کی فوج اتنی تھی کہ اُس کو اپنی فتح کی کوئی امید باقی نہیں رہی تھی - لیکن باوجود اس کے اُس نے ہراس کو اپنے پاس نہیں پھٹکنے دیا - مایوسی کا تو کیا ذکر ہے اُس کے پائے ثبات کو ذراسی بھی لغزش نہیں ہوئی ـــ

ایک مرتبہ وہ ایک پہاڑی کے درے میں چاروں طرف سے یونانیوں میں گھر گیا - اُس کے سپاہی اُس کا ساتھ چھوڑ کر اپنی جانیں بچانے کی فکر میں لگ گئے - وہ تن تنہا ، پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا رہ گیا - یونانی تھے کہ ہر دم اُس کے قریب ہوتے جا رہے تھے - ایسے نازک موقعے پر اگر کوئی دوسرا ہوتا تو نہ معلوم کیا کر ڈالتا ، لیکن سیف الدولہ وہ شخص تھا کہ اضطراب اس کے پاس بھی نہ پھٹکا - اس نے نہایت بہادری اور جاں بازی کے ساتھ گھوڑے کو ایڑ لگائی اور پہاڑ پر سے کود کر اپنی جان بچا لی - اس کی ہمت و استقلال کے اس واقعے پر جتنا بھی تعجب

کہا جاے کم ہے —

• اس ضمن میں اگر ہم سیف الدولہ کی بعض کم زوریوں کو ظاہر کر دیں تو بے جا نہ ہوگا —

بعض مورخوں نے بتلایا ہے کہ سیف الدولہ ضدی اور خود سر تھا* - اُس کی یہ کم زوری اکثر اوقات اُس کے نقصان کا باعث ہوئی —

اس کے علاوہ اُس کی دو کم زوریاں تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں' جن کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے —

دوران جنگ میں یہ بات اشد ضروری ہے کہ سپہ سالار دشمن کی ہر کم زوری سے فائدہ اُٹھاے' جو موقع بھی اُسے ملے اُس کو ہاتھ سے نہ جانے دے' دشمن کو مارنے کے لیے کوئی کروٹ نہ چھوڑے - سیف الدولہ با وجود ہوش داری کے اکثر تساہل اور غفلت برت جاتا تھا - چنانچہ سنہ ۳۳۵ھ (سنہ ۹۴۶ ع) میں جو اُس نے مصریوں کے مقابلے میں شکست کھائی اُس کا باعث بھی سب سے زیادہ اُس کی غفلت ہوئی - کافور کی فوجیں میدان میں اُس کے سامنے ہی پڑی تھیں' لیکن سیف الدولہ چند روز غافل رہا' یہاں تک کہ اُس کے سپاہی خوراک و علوفہ کی تلاش میں منتشر ہوگئے - دشمن نے یہ دیکھ کر اُس کی غفلت سے فائدہ اُٹھایا اور سیف الدولہ کو ایسی سخت شکست اُٹھانی پڑی کہ جس کا نتیجہ بہت دوررس ہوا —

دوسرے سیف الدولہ نے جاسوسی کی طرف پوری توجہ نہیں کی - اُس کے یہاں جاسوسی کا ایسا کافی انتظام و اہتمام نہ تھا کہ دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاع ہوتی رہتی - یونانیوں کے مقابلے میں بعض موقعے ایسے پیش آے کہ اُسے سخت نقصان اُٹھانا پڑا - بعض وقت ایسا بھی ہوتا کہ اطلاع ہو جانے پر بھی وہ سہل انکاری کرجاتا' جس سے اُس کی فوج تہ و بالا ہو جاتی —

- ۳ -

سیف الدولہ کی جنگوں کا اب تک جو ہم نے ذکر کیا ہے' وہ مسلمانوں کے

---

* مسکویہ - ج ۲' ص ۱۸۱ -

ساتھ تھیں- اُن کو ایک طرح کی خانہ جنگی کہنا چاہیے- اُس کا سب سے بڑا کارنامہ تو اُس کی وہ جنگیں ہیں جو اُس نے یونانیوں سے لڑیں- ان مہموں کی تعداد کم و بیش چالیس بیان کی جاتی ہے * - اتنی کثیرالتعداد لڑائیوں کی مثال اگر ملتی ہے تو اندلس کے حاجب ابو عامر المنصور کی ملتی ہے —

سوال یہ ہے کہ یہ جنگیں اور یورشیں جو محض اپنی سلطنت کی توسیع کے لیے لڑی گئیں، کیا وہ درحقیقت جہاد کا درجہ رکھتی تھیں- اگر پہلی صورت ہے تو سیف الدولہ کو یقیناً اس زمانے میں بہت کم ہمدرد ملیں گے- خود غرضی کی قدر نہ پہلے کبھی تھی، نہ اب ہے- لیکن اگر غور سے دیکھیے تو سیف الدولہ کی یونانیوں سے اتنی آویزش محض جہاد فی سبیل اللہ تھی، جس کی ہر فرد بشر، بلا استثنائے ملک و ملت تعریف کرے گا- ہمارے اس خیال کی تائید آیندہ واقعات کریں گے- سردست صرف یہ یاد دلا دینا کافی ہوگا کہ، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، ان جنگوں میں جو خاک اُس کے بدن اور کپڑوں پر جم جاتی تھی وہ ایک جگہ جمع کی جاتی تھی اور اُس کی وصیت کے موافق اس سے ایک ٹھیکرا بنا کر قبر میں اس کے رخسارے کے نیچے رکھ دیا گیا تھا- یقیناً سیف الدولہ بہ وجہ جہاد اس مٹی کو اپنی عاقبت کا ذخیرہ سمجھتا تھا کہ اس نے یہ وصیت کی- † اگر اس ایک کرشمے (جہاد) سے دو کام نکل آئیں کہ سیف الدولہ نے ثواب جہاد بھی حاصل کیا اور یہ اہم کام انجام دیا کہ اسلام کے دیرینہ دشمنوں، یعنی یونانیوں، سے عراق اور شام کو محفوظ کرلیا تو ہم اس کو ایک فرض دینی ادا کرنے کے عوض میں انعام الٰہی تصور کریں گے —

مسلمانوں پر یہ زمانہ نہایت نازک تھا- اُن کی اندرونی کمزوریاں اور خانہ جنگیاں انھیں بالکل تباہ کرچکی تھیں، دل ٹوٹ چکے تھے، ہمتیں ساقط ہوچکی تھیں، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کفار کا رعب ان پر مستولی ہوچکا تھا، بڑا غضب یہ تھا کہ سپاہیانہ جذبات میں کمی آگئی تھی اور جہاد سے لوگ جان چرانے لگے تھے- ظاہر ہے کہ کسی قوم کی ہلاکت کے لیے اس سے زیادہ کسی سامان

---

* ثعالبی: یتیمۃ الدہر ج ۱، ص ۱۷ - † مقابلہ کیجیے ابو عامر منصور سے کہ اس نے یہی یہی کیا تھا —

کی کسر نہیں رہی تھی - ضرورت تھی کہ کوئی ایسا آدمی پیدا ہوتا کہ مسلمانوں میں از سر نو روح پھونکتا اور ان کو پھر ایسے راستے پر ڈالتا کہ ان کی زندگی کی کوئی صورت پیدا ہوجاتی - سیف الدولہ نے اس بدحالی کو محسوس کیا - اس نے صائفہ کے قدیم دستور کو دوبارہ زندہ کیا اور مسلمانوں میں جنگی جوش و خروش کو پیدا کردیا ' جو قریباً معدوم ہوچکا تھا - مسلمانوں کو یہ یاد دلایا کہ جہاد ایک بڑا مذہبی فریضہ ہے اور اس کو بھول جانے کے معنی تباہی کامل ہیں - وہ خود مثال بنا - اُس نے حلب میں سد سکندری بن کر یونانیوں کا مقابلہ کیا - اگر وہ ایسا نہ کرتا تو عراق اور شام ' دونوں صوبے ' ان خوں خوار دشمنوں کے قبضے میں جاکر بالکل تباہ و برباد ہوجاتے - ان سب باتوں کا اثر یہ ہوا کہ ہر طرح کی افراتفری اور مسلمانوں کے خواب خرگوش کے باوجود خراسان جیسے دور افتادہ مقام کے مسلمانوں میں حرارت پیدا ہوئی اور وہ ان جنگوں میں لڑنے کے لیے عراق اور شام تک پہنچے - اگر سیف الدولہ کے اور کارناموں سے چشم پوشی کرلی جائے ' تو اس کا یہ کارنامہ سب پر بھاری ہے کہ اس نے مسلمانوں میں شوق جہاد پیدا کیا اور اس ' تقریباً ' بجھی ہوئی چنگاری کو اس نے اپنی مثال دکھلاکر اتنا بڑا الاؤ بنا دیا کہ اس میں اکثر یونانی بھسم ہوکر رہ گئے - یہی چیز تھی کہ جس کی وجہ سے اُس کو مسلسل مدد ملی اور جہاں اُس کو سخت شکست ہوئی وہیں جاں فروش مجاہدین کی ایک اور زبردست فوج فوراً اس کو مل گئی —

اس کا ایک مظاہرہ اس وقت ہوا ' جب یونانیوں نے حلب پر حملہ کیا - شہر کے بچنے کی کوئی صورت باقی نہ تھی - مگر مجاہدین کی سرفروشی بہر حال قابل تعریف ہے —

غرض ' سیف الدولہ نے یہ جذبۂ شوق جہاد اس طرح از سر نو زندہ کردیا کہ وہی مسلمانوں کی شہرت و عزت و رعب کا باعث ہوگیا - مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ اسلام کا گزشتہ سیاسی رعب اگر دوبارہ حاصل ہوسکتا ہے تو جہاد ہی کے ذریعے سے -

صرف یہی نہیں ہوا کہ سیف الدولہ نے صرف خود ہی نام پیدا کیا اور خود ہی فائدہ اُٹھایا ' بلکہ اُس کی ان جنگوں سے مسلمانوں کے بہترین اور مشہور ترین

صوبے اس وقت محفوظ رہے اور ان کی وجہ سے آنے والے مسلمان فاتحوں کے لیے راستہ صاف ہو گیا۔ چنانچہ سیف الدولہ کے انتقال کے پچاس برس بعد ہی سلاجقۂ اعظم کو تمام اسلامی ایشیا پر چھا جانے میں چنداں دقت کا مقابلہ نہیں کرنا پڑا۔ ان لوگوں نے اپنی سلطنت کو مستحکم کرتے ہی ایشیاے کوچک کی طرف توجہ کی اور اس کو بہ آسانی فتح کرلیا —

سلاجقہ نے جو اس سر زمین کو فتح کرنے میں زیادہ تکلیف نہیں اُٹھائی اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ سیف الدولہ کی مسلسل جنگوں نے اس خاندان کے لیے بالکل راستہ صاف کردیا تھا۔ جتنی تکلیفیں سلاجقہ پر پڑتیں ان سب کو سیف الدولہ برداشت کرکے ان کو آسانیاں بہم پہنچا گیا تھا —

سیف الدولہ کی جنگوں سے خود اس کی رعایا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا، بلکہ قرینہ یہ ہے کہ اُن کی وجہ سے وہ ضرور تباہ حال ہوگئے ہوں گے۔ جنگیں ایسی متواتر اور مسلسل تھیں کہ سیف الدولہ کو ہر وقت بہت بڑی فوج تیار رکھنی پڑتی تھی اور اس کے اخراجات ظاہر ہے کہ بہت ہی زیادہ ہوتے ہوں گے۔ جن کو وہ محاصل سے پورے کرتا تھا اور اس کا بار رعایا پر پڑتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ جنگ میں ان اخراجات میں کمی آجاتی ہو گی، کیوں کہ سیف الدولہ کی فوج خانہ بہ دوش عربوں پر مشتمل ہوتی تھی، جنھیں مال غنیمت میں سے حصہ ملتا تھا اور اس لالچ میں یہ لوگ بہت جلد اُس کے گرد آجمع ہوتے تھے۔ اس انتظام کی یہ خرابی ضرور تھی کہ بہ صورت شکست ان خانہ بہ دوش عربوں کی ثابت قدمی اور وفاداری پر بھروسا کرنا ناممکن تھا۔ فتح کے موقعوں پر یہ لوگ سیف الدولہ کا ساتھ دیتے تھے اور شکست ہوتی تو اُس کے تمام احسانات کو بھول کر منتشر ہوجاتے اور سیف الدولہ کو دوبارہ فوج جمع کرنے کا فکر کرنا پڑتا —

اس کا بھی اندازہ کرنا ناممکن ہے کہ ان جنگوں میں کتنے مسلمان قتل ہوتے تھے، کتنی عورتیں بیوہ، اور بچے یتیم ہوتے، اور بڑا ستم تو یہ ہوتا کہ نہ معلوم کتنی عورتوں کی آبرو ریزی ہوتی تھی - قیدیوں کے متعلق البتہ کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کیوں کہ سیف الدولہ نے دو ایک مرتبہ قیدیوں کے تبادلے کا انتظام

کیا تھا - جو تفصیل ہمارے سامنے ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ تبادلے کے بعد بھی اتنے مسلمان قیدی یونانیوں کے پاس بچ رہتے تھے کہ سیف الدولہ کا خزانہ اُن کا زرفدیہ ادا کرنے کا متحمل نہ ہوسکتا تھا - ان قیدیوں میں وہ لڑکے اور لڑکیاں شامل نہیں ہیں، جنہیں مختلف شہروں کی فتح کے وقت یونانی پکڑ کرلے جاتے تھے -

ان جنگوں ہی کی وجہ سے ملک کی آبادی کم ہوگئی اور جو آبادی رہ گئی اُس کی قوت مقاومت میں معتدبہ کمی آگئی - بہت سے شہر تباہ ہوے، گاؤں کے گاؤں تباہ ہوکر اور لٹ کر بے چراغ ہوگئے - کشت و خون میں زراعت کی جو صورت ہوسکتی ہے وہ ظاہر ہے - نتیجہ یہ ہوا کہ سیف الدولہ کی زندگی ہی میں ملک میں سخت قحط پھیلا اور طرح طرح کی وباؤں نے الگ تباہی ڈھائی - باشندگان ملک کو کیسے اطمینان ہوسکتا تھا کہ وہ اپنی محنت و مشقت سے پیدا کی ہوئی پیداوار سے مستفید ہوسکیں گے —

مگر یہ نہ سمجھہ لینا چاہیے کہ ان سب نقصانات اور تباہ کاریوں کا اصلی باعث ایک سیف الدولہ ہی کی ذات تھی - اصل اور سب سے بڑی ذمہ داری یونانیوں پر عائد ہوتی ہے —

بازنطینی سلطنت صدیوں سے مسلمانوں کی دشمن چلی آرہی تھی - وہ ہر موقعے سے فائدہ اُٹھا کر مسلمانوں کو تباہ کرنے کی کوشش کو اپنا فرض اولین سمجھتی تھی - سیف الدولہ کی زندگی میں ایسی مثال شاذ ہی ملے گی کہ اس نے جنگ میں سبقت کی - اگر کبھی اُس نے سبقت بھی کی تو اس کی محض یہ وجہ تھی کہ اُس نے یونانیوں کی آیندہ قزاقانہ یورشوں کو روکنا چاہا - اگر غور سے دیکھا جائے تو یونانیوں کی یورشیں اور حملے درحقیقت باقاعدہ فوج کشی اور جنگ کا درجہ نہ رکھتے تھے، بلکہ اُن کا اصلی اور واحد مقصد قتل و غارت کے سوا اور کچھہ نہ ہوتا تھا - جو واقعات ہمارے سامنے ہیں اُن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یونانیوں کے سپہ سالار محض مال و دولت اور غلاموں کے حاصل کرنے کے واسطے اسلامی علاقوں پر چھاپے مارتے تھے اور جہاں تک ہوسکتا کشت وخون کے ذریعے سے اپنا رعب اور خوف عوام میں پیدا کرنا چاہتے تھے - سیف الدولہ کی یونانیوں سے مسلسل جنگوں

کا اصلی راز یہی ہے کہ وہ ان کی ان ہی قزاقانہ یورشوں کا حتی الامکان سد باب کرنا چاہتا تھا اور اسی وجہ سے اُسے ہر وقت لڑنے کے لیے تیار رہنا پڑتا تھا - اُس کا مطمع نظر صرف یہ تھا کہ وہ اپنی رعایا کو ان لٹیرے بردہ فروشوں سے محفوظ کرنا چاہتا تھا - اس کوشش میں اگر اُس کی رعایا کو مصایب برداشت کرنا پڑے، یا ملک تباہ ہوا تو اس میں سیف الدولہ ذمہ دار نہیں قرار دیا جا سکتا، اس کی نیت بہر صورت رعایا کی صلاح و فلاح تھی - اصل ذمہ داری تو یونانیوں پر آتی ہے، جن کی حرص و آز، لوٹ مار اور کشت و خون کی پیاس مار کھانے پر بھی نہیں بجھتی تھی - سیف الدولہ یہ کس طرح گوارا کر سکتا تھا کہ اُس کی رعایا لوٹی جائے اور معصوم اور بے گناہ مسلمان عیسائیوں کے قبضے میں جائیں، یا خراب و خستہ ہونے کے لیے عیسائی نہیں تو دوسروں کے ہاتھوں کا کھلونا بنیں - کوئی ذی ہوش اس کو گوارا نہیں کر سکتا کہ اُس کی رعایا کے افراد، مسلم ہوں یا غیر مسلم، اغیار کے ہاتھ میں ہوں اور اُن پر مشق ستم کی جائے —

فریتاگ نے ان جنگوں کا ذکر اور اُن پر بحث کرتے ہوئے کچھ وعظ بھی فرمایا * ہے، اس کا ماحصل یہ ہے کہ ان مسلسل جنگوں کی جگہ اگر سیف الدولہ اپنی سلطنت پر حکومت اور پوری تن دہی کے ساتھ ملک کو مرفہ الحال بنانے پر توجہ کرتا، اندرونی امن و امان اس طرح قائم رکھتا کہ خانہ بدوش عرب اُس کے قابو میں رہتے تو وہ بلا شبہ اپنی رعایا کے لیے آیت رحمت ثابت ہوتا اور لوگ اس کے ممنون رہتے —

کاش ایسے ناصحان مشفق سیف الدولہ کے دربار میں موجود ہوتے! اگر ایسا ہوتا تو دنیا کشت و خون سے محفوظ رہتی اور سیف الدولہ کی "بد نامی" بھی تلی نہ ہوتی جتنی فریتاگ کو دکھائی دے رہی ہے - لیکن وقت اور موقع ایسا ہوتا کہ یہ ناصحان مشفق اس کے سامنے کتاب پند و نصایح کھولنے کی ہمت فرماتے تو یقیناً ان کو ہنس کر یہ جواب دیتا کہ؎ —

هر که ترسید از خمار شراب
قدم بادۂ مراد نه خورد

* فریتاگ ص ۲۳۳ -

کاش فریٹاگ سیف الدولہ کو نصیحت کرنے کی جگہ اپنے یونانی دوستوں کو تلقین فرماتے کہ لوٹ مار، خون ناحق، بے گناہ عورتوں کو بیوہ کرنا، یتیموں کو اچک لے جانا اور افعال قبیحہ جو وہ کرتے ہیں اتنے بڑے اخلاقی جرائم ہیں جو نہ یہاں معاف ہو سکتے ہیں، نہ وہاں بخشے جاسکتے ہیں - اس سے باز رہو، کیوں کہ تم خرمن امن و امان کو تباہ کر رہے ہو اور اس تہذیب کی بیخ و بنیاد کو اُکھاڑ رہے ہو جس پر دنیا کی آیندہ ترقی اور صلاح و فلاح کادارو مدار ہے —

بہ ہر کیف، دونوں فریق کے افعال و اعمال کو سامنے رکھ کر دنیا کا جو کچھ فتویٰ ہے وہ یہ ہے کہ سیف الدولہ نے اپنا فرض بہ وجہ احسن انجام دیا، گو اس کی رعایا کو تکلیف اٹھانی پڑی مگر اس نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ نیم وحشی دشمنوں سے اپنی رعایا کو حتی الوسع بچایا؛ اُس تہذیب کو محفوظ رکھا، جو دنیا اور اہل دنیا کے لیے باعث رحمت تھی - اُس کے بعد آنے والے مسلمان فاتحین اُس کے ممنون ہیں کہ اُن کا راستہ اُس نے اِن لٹیروں کے خار و خاشاک سے ایسا صاف کر دیا کہ اُن کو زیادہ دقتیں نہیں اُٹھانا پڑیں۔ مگر اس خدمت کا خود اُس کو کیا انعام ملا؟ یہی کہ یونانیوں سے برابر بر سر جنگ رہنے، اپنی رعایا کی حفاظت کرنے اور مسلمانوں کا سپر بنے رہنے سے اُس کی صحت برباد ہو گئی، وہ اس قدر کم زور ہو گیا کہ زندگی اس کو وبال معلوم ہوتی تھی؛ اس نے کبھی اس کی پروا نہیں کی اور مرتے دم تک خدمت خلق اللہ کرتا رہا۔ شاید اس کو یہ تسلی ہو کہ وہ اپنے پیچھے وہ نام چھوڑے جا رہا ہے جو تا قیام قیامت درخشاں رہے گا! —

- ۴ -

ہم دیکھ چکے ہیں کہ سیف الدولہ نے حلب اور اس کے ملحقات کو اخشید سے چھینا تھا، نیز یہ کہ یہ علاقہ ۳۳۳ھ (سنہ ۹۴۴ ع) میں خلیفہ نے اخشید کو تیس برس کے لیے تفویض کیا تھا - اگر اس علاقے سے قطع نظر کرلی جائے تو سیف الدولہ جس ملک پر قابض و حکم ران تھا وہ خود اس کا مفتوحہ کہا جاسکتا ہے - فتح حلب کے وقت تک سیف الدولہ وابستگان دربار خلافت میں شمار ہوتا تھا - لیکن اس

واقعے کے بعد خلافت سے اس کے تعلقات کے متعلق مورخین خاموش ہیں' بہر حال واقعات اس کے شاہد ہیں کہ سیف الدولہ ہر لحاظ سے اپنے آپ کو خود مختار سمجھتا تھا' حتیٰ کہ کسی قسم کا خراج دربار خلافت کو ادا نہ کرتا تھا- مورخ کہتے ہیں کہ اس سے اس لیے خراج کا مطالبہ نہیں کیا جاتا تھا کہ وہ ہر وقت یونانیوں کے خلاف جنگ کرتا رہتا تھا اور ان اخراجات کو دربار خلافت نے خراج سمجھ لیا تھا- ممکن ہے کہ یہ دربار خلافت کی ایک طفل تسلی ہو اور وہ سیف الدولہ کو چھیڑنا نہ چاہتا ہو یا اس کی عظمت سے اتنا مرعوب ہو کہ اس نے یہ سمجھ لیا ہو کہ اس سے وہ برسر نہیں آسکتا- جو کچھ صورت ہو' بہر کیف واقعات سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ دربار خلافت میں اس کا رسوخ بہ دستور قائم تھا اور اسے عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا- خود اُس کے درباری اسے "اطال اللہ بقاء مولانا" کے الفاظ سے مخاطب کرتے تھے-* اس کے علاوہ بڑی دلیل تو یہ ہے کہ جب اُس کا بھائی ناصرالدولہ' اپنے علاقے کو چھوڑنے پر مجبور ہوا تو سیف الدولہ ہی نے اس کے خراج کی ادائی کی ذمہ داری اپنے سرلی تھی اور اُسی کی ضمانت پر ناصرالدولہ اپنے علاقے پر واپس جاسکا تھا- اسی طرح بصرہ اور اہواز کے قاضی' ابوالقاسم تنوخی' کو اپنے عہدے سے معزول کیا گیا' تو وہ حلب پہنچا- سیف الدولہ نے اس کی سفارش کی؛ وہ بحال بھی ہوا اور اس کے رتبے اور تنخواہ میں بھی اضافہ ہوا†- یہ واقعات صاف ظاہر کرتے ہیں کہ سیف الدولہ کا دربار خلافت میں کافی اثر و نفوذ تھا- یہ تو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اُس کے اور دربار کے درمیان کبھی کسی قسم کی کشمکش ہوئی تھی' مخالفت تو کیسی —

بہ حیثیت مجموعی اگر دیکھا جائے تو سیف الدولہ بالکل خود مختار بادشاہ نظر آتا ہے- ایک مورخ نے یونانی سفراء کے اس کے دربار میں باریابی کے ضمن میں لکھا ہے کہ وہ تخت شاہی پر بیٹھتا تھا- سر پر مرصع و مکلل بہ جواہر تاج رکھتا تھا- اس نے اپنے نام کے طلائی سکے بھی مسکوک کرائے تھے‡- آگے چل کر معلوم ہوگا کہ شعراء کو انعام دینے کے

---

* نشوارالمحاضرہ' تنوخی' مطبوعہ مصر' ص ۷۳ تیمیۃالدہر' ج ۱' ص ۲۲-

† ابن خلکان' ج ۱' ص ۳۵۳- ‡ فریٹاگ' ص ۲۲۴-

لیے اُس نے خاص طلائی سکے مسکوک کرائے تھے جن پر اس کی تصویر اور نام ہوتا تھا —

جب اس نے اپنی بیٹی 'ست الناس' کی شادی کی ہے تو اس نے خاص سکے مسکوک کرائے تھے۔ ان کا بھی ذکر آگے آئے گا۔

حلب کے باہر اس نے اپنے لیے ایک عالی شان محل تعمیر کرایا تھا۔ یونانیوں نے جب حلب فتح کیا ہے تو اس کو مسمار کردیا۔ جب وہ میدان جنگ میں ہوتا تھا، تو وہ ایک خاص خیمے میں فروکش ہوتا تھا، جو بڑی اونچی بلیوں پر نصب ہوتا تھا —

ہمیں یہ بجا شکایت ہے کہ مورخوں نے حسب دستور، اس کی سلطنت کے حالات نظم و نسق بیان نہیں کیے۔ کہیں کہیں جو جستہ جستہ حالات آگئے ہیں اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی حکومت مستحکم تھی وہ بالعموم عدل و انصاف سے کام لیتا تھا؛ لیکن جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر آئے ہیں، وہ بہ وقت ضرورت اور حسب مصلحت ظلم کرنے سے بھی نہیں چوکتا تھا۔ کم از کم ایک واقعہ تو ایسا بیان کیا گیا ہے کہ اس نے محض اپنا رعب و خوف قائم رکھنے کے لیے ایک بے گناہ آدمی کو قتل کرادیا تھا *۔ جب وہ خود حلب میں موجود ہوتا تو حکومت کا تمام کام بہ نفس نفیس انجام دیتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ملکی و مالی اور فوجی افسروں کا عزل و نصب اپنے ہی ہاتھ میں رکھتا تھا۔ حلب سے باہر جانا ہوتا تو وہ اپنا ایک نائب نام زد کرجاتا تھا، چنانچہ ابوفراس کو متعدد مرتبہ نیابت کا فخر حاصل ہوچکا تھا †

حسب دستور مستمرہ سلطنت کا سب سے بڑا عہدہ دار وزیر تھا۔ اُس کا سب سے پہلا وزیر ابو اسحاق القراریطی تھا۔ اس کے بعد ابو عبداللہ محمد بن سلیمان بن فہد وزیر ہوا اور آخری وزیر ابوالحسن علی بن حسین المغربی تھا۔ رسل و رسائل کا تمام کام کاتب کے سپرد تھا اور عدالت قاضیوں کے۔ اُس زمانے کے مطابق حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی قاضی الگ الگ رہتے تھے اور اپنی اپنی فقہ کے موافق مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے۔ یہ انتظامات خاص حلب میں تھے؛ اس کے علاوہ جتنے شہر اندرون ملک میں تھے ان کا انتظام بالعموم شیوخ قبیلہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ یہ لوگ سیف الدولہ کو تمام حالات ملکی سے مطلع رکھتے تھے اور بہ وقت ضرورت روپیہ اور فوج بھی بہم پہنچاتے تھے ‡

* نشوار المحاضرۃ، تنوخی، مطبوعۂ مصر ص ۷۳ — † تیمیۃ الدھر ـ ج ۱ ص ۲۲ — ‡ فریتاگ ـ ص ۲۲۳ —

سنہ ۳۳۳ھ (سنہ ۹۴۴ ع) میں جب سیف الدولہ کو کچھ اطمینان ملا تو جو علاقہ اُس کے زیر حکومت تھا، اُس میں الجزیرہ اور شام کے حصے بھی شامل تھے۔ الجزیرہ کے اس صحرائی علاقوں کو چھوڑ کر، جو دیار ربیعہ اور دیار مضر کہلاتے تھے، اس کی تمام سلطنت کا حصہ نہایت زرخیز تھا اور مصنوعات کے علاوہ، زراعت کی حالت یہاں بالعموم اچھی تھی۔ قدیم مورخ معاشی حالات کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے۔ اللہ بھلا کرے دو جغرافیہ نویسوں کا جنہوں نے اس کے عہد میں، یا اس کے فوراً بعد، اپنی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک ابن حوقل ہے جو سیف الدولہ کا ہم عصر تھا اور اس کی موت کے بعد اس نے متذکرۂ بالا علاقوں میں سفر کیا تھا۔ دوسرا مقدسی ہے، جس نے اپنا سفر ۳۵۵ھ یا ۳۵۶ھ (سنہ ۹۶۶ ع) میں شروع کیا اور وہ بھی الجزیرہ اور شام میں سے گزرا تھا اور وہاں کے حالات اس نے اپنی کتاب میں لکھے ہیں۔ ان دونوں کے بیانات سے اچھی طرح اندازہ ہوتا ہے کہ سیف الدولہ کے ان علاقوں کی اراضی سرسبز و شاداب اور اس کی رعایا مرفہ الحال تھی۔ آب و ہوا، بالعموم، اچھی اور صحت آور تھی۔ عوام الناس عام طور پر خوش حال اور فارغ البال تھے۔ یہ دونوں لکھتے ہیں کہ بڑے بڑے شہروں میں سنگی عمارتیں ہیں اور نہریں جاری ہیں۔ شہروں کے باہر بھی بڑی بڑی آبادیاں ہیں، اور ان میں ہر قسم کی آسایش اور ضروریات کا سامان مل سکتا ہے۔ عظیم الشان جامع مسجدیں ہیں اور ان کے پہلو بہ پہلو عیسائیوں اور یہودیوں کے معبد ہیں۔ ہر شہر میں سرائیں، حماموں اور اسی قسم کے آسایش و رفاہ عامہ کی عمارتوں کی کمی نہیں۔ سیر و تفریح کے لیے وسیع و آراستہ باغات موجود تھے۔ بعض بعض شہروں کی مصنوعات اور چیزیں خاص طور پر مشہور تھیں: مثلاً رقہ کا صابن، زیتون اور قلم، حران کے مربے، شہد اور روئی، آمد کا اونی اور کتانی کپڑا وغیرہ۔

ہم نے ابھی یہ لکھا ہے کہ شہروں کے پہلو بہ پہلو عیسائیوں اور یہودیوں کے معبد تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی و دینی معاملات میں سیف الدولہ اپنی رعایا کے ساتھ کسی طرح کا تعصب نہیں برتتا تھا اور سب کے ساتھ بہ انصاف پیش آتا تھا۔ دو واقعات اس کو پوری طرح واضح کردیں گے:۔

(۱) سنہ ۳۴۲ھ (سنہ ۹۵۳ع) میں دمستق کا بڑا بیٹا، قسطنطین، گرفتار ہوکر حلب لایا گیا اور وہیں اس کا انتقال ہوگیا۔ سیف الدولہ نے اس کی لاش شہر کے عیسائیوں کے حوالے کردی کہ اپنی دینی رسوم کے موافق اس کی تجہیز و تکفین کردیں ــ

(۲) سنہ ۳۵۵ھ (سنہ ۹۶۵ع) میں انطاکیہ میں سیف الدولہ کے خلاف ایسی بغاوت و شورش ہوئی کہ حالت سخت نازک ہوگئی۔ اس موقعے پر عمائد میں صرف انطاکیہ کا بطریرک کرسٹو فورس، تھا جو نہایت وفاداری کے ساتھہ سیف الدولہ کا مطیع رہا۔ وہ نہ صرف سیف الدولہ کے دشمنوں سے الگ رہا، بلکہ وہ حتی الامکان شہر کو سنبھالے رہا*۔ کیا کوئی یہ امید کرسکتا ہے کہ اگر عیسائیوں کے ساتھہ سیف الدولہ کا اچھا سلوک نہ ہوتا تو بطریرک اس کا ساتھہ دیتا ــ

-۵-

اگر ہم یہیں سیف الدولہ کے عقائد مذہبی کا ذکر کردیں تو بے جا نہ ہوگا۔ افسوس تو یہ ہے کہ اتنا اہم معاملہ اور مورخین بالکل خاموش! قیاسات جہاں تک کام دیتے ہیں ہم ان سے فائدہ اٹھائیں گے ــ

سیف الدولہ کے عقائد مذہبی کے متعلق جو سب سے زیادہ قابل توصیف بات نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس مادر گیتی کے نامور فرزند کے عہد حکومت کے تمام واقعات کو کھنگال ڈالو تب بھی یہ پتا نہیں چلتا کہ اس نے کسی خاص عقیدے کے فرقے کو کسی اور فرقے پر ترجیح دی ہو۔ انتہا ہے کہ اس نے کسی موقعے پر اپنے ذاتی عقائد کو ظاہر نہیں کیا۔ اس کو دین و مذہب سے بے اعتنائی پر محمول نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اس کی انتہائی بے تعصبی سمجھنا چاہیے ــ

دو واقعات ایسے ضرور ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خاندان (بنی حمدان) شیعہ تھا:۔

(۱) ابن اثیر نے عبداللہ بن معتز کی معزولی اور خلیفہ مقتدر کی بحالی کا ذکر کرتے

---

* نریناک، ص ۲۲۵ ــ

ہوے لکھا ہے کہ حسین بن حمدان نے باوجود شیعہ ہونے کے بنی عباس کا ساتھ دیا *۔

(۲) ابن حوقل نے لکھا ہے کہ سیف الدولہ کے والد، ابوالہیجا عبداللہ بن حمدان نے کوفے سے دو فرسنگ کے فاصلے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قبر مبارک کو، جو بنو امیہ کے خوف سے خفیہ رکھی گئی تھی، ظاہر کیا اور وہاں ایک زبردست قلعہ تعمیر کرایا اور قبر مبارک پر بہت بڑا مربع قبہ بنوایا، جس کے چاروں پہلوؤں میں دروازے تھے۔ گنبد کے اندر اس نے نہایت بیش قیمت پردے اور فرش بھی مہیا کیے تھے † —

یہ تو اس کے خاندان کے افراد کے عقاید مذہبی کی کیفیت ہے۔اس سے یہ نتیجہ نکالنا شاید صحیح نہ ہوگا کہ وہ شیعہ تھے۔ بنو عباس کا ساتھ دینا نہ شیعیت کا ثبوت ہے، نہ سنی ہونے کا۔ سیاسی معاملہ اور ضرورت، عقائد مذہبی سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ رہ گیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا روضہ مبارک بنوانا: کیا سنیوں کو جناب ممدوح (رض) سے محبت نہیں اور کیا وہ اتنی چھوٹی سے خدمت کو اپنے لیے باعث ثواب نہ سمجھیں گے۔

رہ گیا خود سیف الدولہ: اس کے متعلق ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس نے سنہ ۳۵۴ ھ (سنہ ۹۶۵ ع) میں جب اپنی بیٹی، ست الناس، کی شادی ناصر الدولہ کے بیٹے، ابو تغلب، سے کی ہے تو خاص قسم کے سکے مسکوک کرائے تھے۔ ان سکوں کے دونوں رخ جو عبارتیں مضروب تھیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے خاندان کے اور افراد کی طرح شیعہ عقاید رکھتا تھا۔ مورخین نے ان عبارات کو نقل کیا ہے، اور ان سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیعیت کی طرف راغب تھا۔ ہم یہ بھی بیان کرآئے ہیں کہ سیف الدولہ نے قرامطہ کی فرمائش (یا درخواست) پر لوہے کی بڑی مقدار اُن کے پاس بھجوائی تھی۔اس واقعے سے بھی بریں نیست کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے تعلقات قرامطہ سے بہت اچھے تھے۔ ایک امریکی مستشرق کی اس رائے کو کچھ زیادہ وقعت نہیں دی جاسکتی کہ سیف الدولہ فاطمین افریقہ کا باج گزار تھا: نیز یہ کہ مشہور فلسفی، ابونصر فارابی، نے اپنا

* ابن اثیر (واقعات ۲۹۶ ھ)۔ † ابن حوقل ص ۱۶۳۔ یہ دونوں واقعات ڈاکٹر صدرالدین صاحب کی کتاب سے منقول ہیں۔ دیکھو ص ۱۴۱ و ۱۴۲!

رسالہ ' مدینتہ الفاضلہ ' اُن ھی کے دارالخلافہ مہدیہ ' کو پیش نظر رکھہ کر لکھا تھا - اس مصنف نے اپنے اس بیان کی کوئی سند پیش نہیں کی * - لین پول نے بھی سیف الدولہ کو فاطمین کا باج گزار بتایا ھے ' مگر وہ بھی کوئی سند نہیں دے سکا † —

اس ادعائی شیعیت کے مقابلے میں سیف الدولہ کا شوق و جوش جہاد پیش کیا جاسکتا ھے - یہ ظاہر ھے کہ شیعہ عقاید کے موافق جہاد بغیر امام کی اجازت کے جائز نہیں ' اور یہاں یہ کیفیت ھے کہ سیف الدولہ میدان جہاد کی گرد اپنے کپڑوں اور جسم سے جھڑوا کر اُس کی ایک تکیا بندوا تا ھے اور وصیت کر جاتا ھے کہ اُس کی قبر میں اُس کے رخسارے کے نیچے یہ تکیا رکھہ دی جائے - اگر یہ شبہ وارد کیا جائے کہ وہ فاطمین کا باج گزار تھا ' اس لیے ممکن تھا کہ اُن کی خوشامد میں وہ شیعہ رھا ھو ' اور اُن کو اپنا امام مان کر اُن کی اجازت سے وہ جہاد کرتا ھو - مگر سرے سے یہی بات معرض شک میں ھے کہ آیا وہ فاطمین کا باج گزار تھا بھی کہ نہیں ؛ اگر ھو بھی تو یہ کیسے کہا جاسکتا ھے کہ وہ اُن کو اپنا امام تسلیم کرتا ھو - باقی رھے قرامطہ سے اُس کے تعلقات ' یہ اس کے عقاید پر کوئی خاص روشنی نہیں ڈالتے سیاسیات میں نہ معلوم کیا کچھہ ھوتا اور کرنا پڑتا ھے —

یہ مسلم کہ سیف الدولہ جیسے عظیم الشان آدمی کی لایف میں اس کے عقائد مذہبی کو چنداں وقعت نہیں دینی چاھیے - سیف الدولہ کی یہ صفت اس کی عظمت کی کافی شہادت اور لائق مدح وثنا ھے کہ اس نے کسی فرقے کو دوسرے فرقے پر ترجیح نہیں دی ' نہ اپنے عقاید کا اظہار کیا - کسی بادشاہ کی یہ تو صفت کافی ھے کہ وہ کسی کے دین و مذھب سے تعرض نہیں کرتا - بہت صحیح مقولہ ھے کہ بادشاہ کا ' بہ حیثیت بادشاہ کے کوئی دین دھرم نہیں ھوتا - ھونا بھی نہیں چاھیے —

---

(۵)

اب ہم سیف الدولہ کے ایک وصف کی طرف توجہ کرتے ھیں جو اس جیسے

---

* ڈی ' بی ' میکڈانلڈ (Development of Muslim Theology &c.) مطبوعہ لندن ' سنہ ۱۹۰۳ ' ص ۱۶۵ -

† ڈاکٹر صدرالدین ' ص ۱۴۰ -

آدمی کے لیے فی الحقیقت محیرالعقول ہے —

ہم نے اس کو محیرالعقول اس لیے کہا کہ اس کی تمام زندگی پر اگر غور کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص میدان جنگ کی سختیاں جھیلنے کے لیے پیدا کیا گیا تھا ؛ اس کا اگر کوئی گھر دار ہوسکتا تھا تو گھوڑے کی زین ؛ اس کی خلقت میں سپاھیانہ اکھڑ پن ہونا چاھیے تھا ؛ فنون لطیفہ سے اُسے دورودراز کا بھی واسطہ نہیں ہونا چاھیے - کہاں سیف الدولہ اور کہاں شاعری ؛ کہاں ایک سپاھی اور کہاں علمی ادارے اور ادبی موشگافیاں ! ایک کو دوسرے سے کوئی نسبت نہیں - حیرت تو یہ ھے کہ یہی شخص جو انتہائے قابلیت کے ساتھ سپہ سالاری کرتا ھے' علمی مجالس کا لائق ترین صدرنشین بھی نظر آتا ھے - دن کو میدان جنگ کی خاک پھانکتا ھے اور رات کو بزم شعر و شاعری جما کر بیٹھتا ھے ؛ یہیں شعرا اپنا بے مثل کلام سناتے تھے اور علما علمی موشگافیاں کرتے تھے اور مختلف مضامین پر مباحثات و مناظرات ہوتے تھے * - اسی پر بس نہیں ہوتا تھا' ذراسی فرصت ہوئی اور شعر و شاعری شروع ہوگئی - یہ افسانے اب تک کتابوں میں محفوظ ھیں —

ایسا معلوم ہوتا ھے کہ جہاں اسے فوجی تعلیم دی گئی تھی' وہاں اس کی دماغی تعلیم و تربیت سے بے پروائی نہیں برتی گئی تھی - یہی وجہ تھی کہ شعراء اس کے دربار میں جمع رہتے تھے تو علماء اس کے خوان کرم کے زلہ ربا تھے - مقصود معارف پروری تھا کہ ہر شخص بہ اطمینان قلب اپنے اپنے علمی کارناموں میں مشغول رھے - مگر ایسا معلوم ہوتا ھے کہ اس کو شاعری سے زیادہ شغف تھا' یہی وجہ ھے کہ اس کا دربار شعراء کا مرکز یا بزم مشاعرہ بنا رہتا تھا - انتہا ھے کہ دوران جنگ میں بھی اُس کا شوق ادب نوازی کم نہیں ہوتا - دن کو شمشیر بہ کف' گھوڑے کی پشت پر ہوتا ھے' رات کو جب ہر ایسا شخص اپنی تکان رفع کرنے کی کوشش میں آرام کرنا چاھتا ھے' سیف الدولہ شعرا کی مجلس گرم کرتا ھے' چنانچہ ایسے اکثر موقعوں پر ہم اور شعراء کے ساتھ متنبی کو بھی اس کے ہم رکاب دیکھتے ھیں - حضرات شعرا معاف فرمائیں یہ شاعری فارسی اور اردو کی نہ تھی' نہ اس کا دربار مغلیہ دربار تھا کہ جہاں گل و بلبل

---

* ڈاکٹر صدر الدین' ص ۱۴۰ -

بڑی چیز سمجھی جاتی ؛ وہ قدیم عربی شاعری تھی کہ جس نے اس کے دل و دماغ کو ایک طرف فروسیت سے بھرا اور دوسری طرف جذبات انسانیت سے معمور کیا - جس طرح وہ اپنے درباری شعراء کے کلام سے کیف اُٹھاتا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیف الدولہ کا اپنے زمانۂ تعلیم میں ادب لطیف کی طرف زیادہ رجحان رہا تھا- جوان ہوا تو قدیم عرب شعراء کے دواوین کو اس نے بہ نظر امعان دیکھا' کیونکہ اُس میں جو اکثر خوبیاں تھیں وہ بغیر عرب کی شاعری کے مطالعے کے پیدا ہی نہیں ہوسکتیں -اغلب یہ ہے کہ اس مطالعے نے سیف الدولہ کے دل و دماغ پر گہرا اثر چھوڑا تھا کہ اس میں فروسیت کے جذبات اُبھر آے اور بہادری اور جود و سخا کے جوہر پیدا ہوگئے- عرب کی قدیم شاعری کی یہی برکات ہیں- ان ہی سے سیف الدولہ مستفید ہوا اور یہ اوصاف اس میں بہ درجۂ اتم نظر آتے ہیں ــ

عربی اس کی مادری زبان تھی' اس پر ملی اس کو ایسی تعلیم کہ وہ عربی کی باریکیوں کو کماحقہ سمجھنے لگا اور پھر اتنی قابلیت پیدا کرلی کہ علماء سے اُلجھہ پڑتا تھا اور بحث میں اُن کولا جواب کردیتا تھا- چنانچہ مشہور نحوی ابن خالویہ نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ سیف الدولہ کے دربار میں لفظ اقمد پر بحث ہوئی' کیونکہ اس لفظ کے استعمال کے متعلق نحویوں میں بڑا اختلاف ہے- ابن خالویہ بھی پوری طرح اس کے استعمال کے قواعد بیان کرنے سے قاصر رہا- آخر سیف الدولہ اس بحث میں پڑا اور اس نے اس مسئلے پر ایسی خوبی سے تقریر کی اور اس کو نہایت صفائی کے ساتھہ سمجھایا کہ ابن خالویہ اس کی تردید نہ کرسکا اور اس کی قابلیت کو تسلیم کرگیا-* اسی قسم کی تنقیدیں تھیں کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اُس نے کلام عرب کو بڑے غور سے دیکھا تھا اور بڑے بڑے شعراء پر نکتہ چینی کرسکتا تھا ــ

ایک مرتبہ متنبی نے ایک قصیدہ کہا' جس پر سیف الدولہ نے یہ اعتراض کیا کہ شاعر نے دو شعروں میں ایک ایک نیا خیال ظاہر کیا ہے' یہ بھی کہا کہ اس ستم میں متنبی منفرد نہیں ہے- امرءالقیس نے بھی ایک جگہہ یہی غلطی کی

---

* نریتاک ص ۲۱۳ -

ہے - متنبی نہ اپنی غلطی تسلیم کرنا چاہتا تھا، نہ امرءالقیس کی - لیکن سیف‌الدولہ کا ادب اور رعب، کہ وہ اس پر بحث کرتے ہچکچاتا تھا؛ مگر کسی نہ کسی طرح اُس نے عرض کر ہی دیا کہ سیف الدولہ کا یہ اعتراض صحیح نہیں اور وہ اور امرءالقیس دونوں اس نقص سے بری ہیں - سیف الدولہ اور متنبی میں دیر تک بحث ہوتی رہی - اس میں سیف الدولہ کو متنبی کا استدلال اور طرز بحث اتنا پسند آیا کہ اُس کو پچاس دینار انعام دیے* —

دو شاعر، ابوبکر محمد اور ابوعثمان سعید کہ دونوں بھائی تھے اور دونوں مل کر خالدیان کہلاتے تھے، سیف الدولہ کی جود و سخا کا شہرہ سن کر بہ اُمید انعام اُس کے دربار میں حاضر ہوے اور قصیدہ پیش کیا - سیف الدولہ نے دونوں کی توقعات پوری کیں - ہر ایک کو ایک ایک لونڈی اور غلام عطا کیے - یہ لونڈی اور غلام اپنے کندھوں پر درھموں کی تھیلیاں اُٹھاے ہوے تھے - ہر ایک کو مصری قیمتی کپڑوں کا ایک ایک صندوق بھی عطا ہوا - خالدیان نے اس مرحمت شاہانہ کے شکریے میں ایک اور قصیدہ پڑھا - اس کا ایک شعر یہ تھا :—

فغدا الناس جودک الماکول   والمشروب والمنکوح والملبوس

سیف الدولہ نے اس قصیدے کی تعریف کی اور آخر میں کہا : "اس میں ایک جگہ لفظ منکوح' آیا ہے - یہ لفظ مکروہ سا ہے اور بادشاہوں کے سامنے نہیں بولا جاتا" - یہ ایسی لطیف تنقید ہے کہ صاحب یتیمۃ الدھر سے بھی یہ کہے بغیر نہیں رہا گیا کہ " ھذا من اعجب نقدہ " † —

اس " حکایت لطیف " کو کہاں تک طول دیا جاے، جس کو شوق ہو اس کے لیے سیف الدولہ کی تنقیدوں میں بہت اچھا مواد ملے گا - آخر ثعالبی جیسے آدمی نے اس کے متعلق یہ فقرہ بے وجہ موجہ تو نہیں لکھا کہ :—

" کان ادیباً، شاعراً، محباً لجید الشعر، شدیدالاھتزاز لما یمدح بہ " ‡ —

مگر ہمارے فریتاگ کو اس کے شاعر ہونے میں شبہ $ ہے - وہ کہتا ہے کہ :

---

* یتیمۃ الدھر، ج ۱، ص ۱۲ و ۱۳ - † یتیمۃ الدھر، ج ۱، ص ۱۴ -
‡ یتیمۃ الدھر، ج ۱، ص ۱۹ - $ فریتاگ، ص ۲۱۸ و مابعد -

"جو اشعار سیف الدولہ سے منسوب ہیں ان میں سے اکثر دوسرے شعراء کے بتائے جاتے ہیں۔ اس کا امکان ہے کہ جو اشعار وہ اپنے درباری شعراء کے مجمعے میں پڑھتا تھا وہ دانستہ، یا نادانستہ اس سے منسوب کر دیے گئے ہوں۔ ثعالبی نے اسے شاعر کہا ہے؛ لیکن اگر وہ شعر کہتا تو ان کی بڑی تعداد اس وقت تک موجود ہوتی، کیوں کہ لوگوں کے دلوں میں اس کی اتنی حرمت و محبت تھی کہ اُس کے اشعار کو بھولنے والے نہ تھے"۔ بہ قول فریتاگ صرف دو شعر ایسے ہیں جنھیں بلا خوف تردید سیف الدولہ ہی سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ یہ دونوں شعر اُس نے اپنے بھائی ناصر الدولہ کو لکھے تھے:—

لست اجفو وان جفیت ولا　　اترک حقاً علی فی کُل حال

انما انت والدو الاب الجا　　فی باالصبر والاحتمال

فریتاگ نے ثعالبی کو گویا چڑایا ہے کہ اُس نے سیف الدولہ کو شاعر کہہ دیا۔ مگر اُس نے غالباً یہ خیال نہیں کیا کہ ثعالبی نے اُسے شاعر کہا ہے، صاحب دیوان نہیں کہا، نہ اتنا پر گو بتلایا ہے کہ اُس کے اشعار لوگوں کے زبان زد ہوں۔ فریتاگ کا یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ سیف الدولہ نے تمام عمر میں صرف دو ہی شعر کہے تھے، اور وہ بھی شاعری کے معیار سے گرے ہوئے ہیں۔ لیکن اسی مصنف نے ابوالحسن محمد بن محمد الافریقی کی روایت سے قوس قزح پر سیف الدولہ کے یہ اشعار نقل کیے ہیں:—

و ساق صبیح للصبوح دعوته　　فقا و فی اجفانه سنة الغمض

یطوف بکأسات العقار کا نجم　　فمن بین منقض علینا و منفض

و قد نشرت ایدی الجنوب مطارفا　　علی الجود کنا والحواشی علی الارض

یطرزها فوق السحاب با صفر　　علی احمر فی اخضر تحت مبیض

کا ذیال خود اقبلت فی غلائل　　مصبغة والبعض اقصر من بعض

ان اشعار کے متعلق ثعالبی لکھتا ہے کہ: هذا من التشبیهات الملوکیة التی لا یکاد یحضر مثلها للسوقة*۔ ان اشعار کے علاوہ ثعالبی اور ابن خلکان، دونوں، نے سیف الدولہ

*یتیمۃ الدهر، ج ۱، ص ۱۹ و ۲۰۔ لیکن ابن خلکان (ج ۱، ص ۳۶۵) نے ان اشعار کو عبد الصمد بن معذل کی طرف منسوب کیا ہے۔

کے اور اشعار نقل کیے ہیں ' جن کا درج کرنا موجب طوالت ہوگا ۔

سیف الدولہ کی قدر افزائی اور سخاوت شعراء کو اُس کے دربار میں کھینچ لاتی تھی - ثعالبی نے لکھا ہے کہ ابو محمد عبداللہ بن محمد الفیاضی کاتب اور ابوالحسن علی بن محمد الشمشاطی نے سیف الدولہ کی مدح میں جو اشعار کہے گئے تھے ان میں سے دس ہزار اشعار کا ایک منتخب مجموعہ تیار کیا تھا * - اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کے دربار میں کتنے شعرا جمع رہتے ہوں گے - ہم پھر کہتے ہیں کہ اسے شاعری سے عشق تھا ۔

بہت ممکن ہے کہ سیف الدولہ جو شعرا کی قدر افزائی کرتا اور ان کو اپنے جود و سخا کی وجہ سے خوش رکھتا تھا اس کا ایک سبب ' من جملہ اور اسباب کے یہ بھی ہو کہ وہ جانتا تھا کہ امرءالقیس کے ایک شعر نے قبیلہ بنو تمیم کو ہمیشہ کے لیے عربوں میں معزز بنادیا تھا ؛ اور جریر کے ایک شعر نے بنو نمیر کو قعر مذلت میں گرادیا تھا - اس کو عربوں کا یہ مقولہ معلوم تھا کہ :—

انہ یرفع من قدرالوضیع الخامل مثل مایضع من قدرالشریف الکامل

شعرا کا ایک جم غفیر تھا کہ اس کے سایۂ عاطفت میں پلتا اور بخشش مالا مال رہتا تھا - خالدیان کا قصہ ہم اوپر بیان کرآے ہیں ایک اور قصہ سنیے

عین زربہ کے قاضی ' ابوالقاسم عثمان بن محمد ' نے بیان کیا ہے کہ وہ ایک مرتبہ حلب میں سیف الدولہ کی مجلس میں تھے کہ قاضی ابو نصر محمد بن محمد نیسا بوری وہاں آے اور اُنہوں نے اپنی آستین سے ایک خالی تھیلی نکال کر زمین پر ڈال دی اور ایک کاغذ کا پرزہ نکال کر شعر پڑھنے کی اجازت چاہی - اجازت ملنے پر ایک قصیدہ پڑھنا شروع کیا - اس کا ایک شعر تھا :

حباؤک معتاد و امرک نافذ وعبدک محتاج الی الف درہم

قصیدہ ختم ہوا تو سیف الدولہ اس حسن طلب سے بہت محظوظ ہوا اور اُنہیں فوراً ایک ہزار دینار (درہم نہیں) عطا کیے - قاضی ابونصر نے دینار خالی تھیلی میں بھرے اور چل دیے †

ایک مرتبہ سیف الدولہ شعراء کے ساتھ بیٹھا اُن کے کلام سے حظ اُٹھا رہا

* تیمیۃ الدھر ' ج ۱ ص ۹ † ابن خلکان ' ج ۱ ' ص ۳۶۶

تھا کہ خادم نے آکر اطلاع دی کہ ایک فلاکت زدہ عرب ، پھٹے حالوں ، میلے کچیلے ، پھٹے پرانے کپڑے پہنے باہر کھڑا ہے اور حاضر ہوکر شعر سنانا چاہتا ہے - حکم ہوا کہ بھیج دو - وہ آیا اور اُس نے یہ اشعار پڑھے :

انت علی و هذه حاسب قد نفذالزاد و انتهی طلب
بهذه تفخر البلاد وما الامیر تزهی علی الوری العرب
وعهدک الدهر قد اضربنا الیک من جور عهدک الهرب

یہ اشعار سن کر سیف الدولہ نے حکم دیا کہ اس اعرابی کو فوراً دو سو دینار سرخ دے دیے جائیں * -

ایشیا میں بدیہ گوئی کی ہمیشہ قدر ہوتی آئی ہے - سیف الدولہ کے دربار میں بدیہ گو شعرا کی بھی کمی نہیں تھی - ایک مرتبہ سیف الدولہ نے یہ شعر پڑھا اور شعرا سے فرمائش کی کہ اس پر گرہ لگائیں :

لک جسمی تعلله فدمی لم تحلله

ابوالفراس نے سنتے ہی کہا کہ :

انا ان کنت مالکا فلی الامر کله

اس سے سیف الدولہ اتنا خوش ہوا کہ ملبج کا تمام علاقہ ، جس کی سالانہ آمدنی ایک ہزار دینار تھی اُسے عطا فرمادیا † —

غرض ، کہاں تک بیان کیا جائے - شعرا کا ایک گروہ کا گروہ تھا کہ اُس کے خوان کرم سے پرورش پاتا تھا اور اس کی عطا پاشی سے مالا مال رہتا تھا - اس کے بذل و سخا اور قدر دانی کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ شعرا و علما کو جو صلے سیف الدولہ کے دست کرم سے ملتے تھے وہ سکہ ہائے رایج الوقت نہ ہوتے تھے ، بلکہ اس غرض سے اُس نے سونے کے خاص دینار مسکوک کرائے تھے ، جن میں سے ہر ایک کا وزن دس مثقال ہوتا تھا اور ان پر اُس کی تصویر اور نام ہوتا تھا ‡ —

اُس کی تنقیدوں کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی معمولی ، بازاری

---

* تیمیتہ الدھر ، ج ۱ ، ص ۱۲ † تیمیتہ الدھر ، ج ۱ ، ص ۱۲
‡ تیمیتہ الدھر ، ج ۱ ، ص ۱۲ -

شاعر اس کے دربار میں قدم رکھنے کی ہمت نہیں کرسکتا تھا ؛ جو تھا وہ چوٹی کا شاعر تھا - ایسا کہ اپنے ہم چشموں' بلکہ خود سیف الدولہ سے بحث کرسکتا تھا - ڈاکٹر صدرالدین نے ایسے تہلکا انیس شعرا اور علماء گنائے ہیں جو اُس کے دربار سے وابستہ تھے - اُنہوں نے ان لوگوں کے مختصر حالات بھی لکھے ہیں ' لیکن چوں کہ ہمارا مقصد اُس کے عہد کی ادبی تاریخ لکھنا نہیں ہے ، اس لیے ہم اُن میں سے چند مشہور لوگوں کے نام لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں :—

السری بن احمد الموصلی - ابوالعباس احمد بن محمد النامی - ابوالفرج الببغا - ابوالفرج الواوا - ابونصرنباتہ - ابوفراس حارث بن سعید (یہ سیف الدولہ کا چچیرا بھائی تھا) مشہور شاعر متنبی - ان سب گروہ شعراء میں یہی شخص سب سے زیادہ مشہور ہے - ان میں اُن شعراء کے نام نہیں ہیں جو مستقل طور سے اُس کے دربار سے وابستہ نہیں تھے : ایسے شعراء بہت سے تھے جو اُس کے دربار میں چند روز کے لیے حاضر رہے اور مالا مال ہو کر واپس چلے گئے ؛ مثلاً ابوالحسن علی ' جو "الناشی الاصغر" اور "الحلا" کے نام سے مشہور ہے اس نے سنہ ۳۶۶ ھ میں وفات پائی - ان ہی میں سے ایک اور ابوالقاسم علی بن اسحاق الزاهی ہے - اس نے سنہ ۳۵۲ ھ میں انتقال کیا —

اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں پر سیف الدولہ کی بہت دولت صرف ہوتی تھی - اس کے معاوضے میں یہ چھوٹی بات نہیں ہے کہ عربی ادب کی بڑی خدمت ہوئی ' جو اب تک کام آرہی ہے - اس کے علاوہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اقتضائے زمانہ یہ تھا کہ شعرا تاج داروں کے تاج کے جواہرات سمجھے جاتے تھے - یہ معلوم ہو ہی چکا ہے کہ یہ قریباً وہی زمانہ تھا کہ کسی کی نیک نامی یا بد نامی شعرا کے ہاتھ میں تھی - اگر ان لوگوں نے اپنی پرورش کے بدلے میں سیف الدولہ کی ایسی مدح کی جس سے دس ہزار اشعار کا ایک مجموعہ تیار ہو سکتا ہے ' تو شعراء کا کچھ بڑا احسان نہیں ہے ؛ شاید شعرا بھی اس کو جانتے اور مانتے ہوں کہ شریعت اخلاق میں احسان فراموشی سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے —

لیکن یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ سیف الدولہ کی بے اندازہ جود و سخا

کی محض یہ وجہ تھی کہ شعراء اُس کی تعریف میں رطب اللسان رهیں - اگر ایسا هوتا بھی تو اُس کے زمانے کے اقتضا کے موافق صحیح بھی هوتا لیکن کیا یہ سمجھہ لینا صحیح هوگا کہ سیف الدولہ اتنا خوشامد پسند تھا کہ وہ اپنی تعریفیں سن کر پھولا رهتا تھا ؟ نهیں - یقیناً نهیں - اس سے مقصود صرف یہ تھا کہ یہ شعرا داد و دهش هی کے ذریعے سے اُس سے وابستہ رهیں اور ترویج و تلقیح علم ادب کا بھی ایک بهانہ هو جائے - هم اخلاف اگر اس کو سیف الدولہ کا احسان نہ سمجھیں تو شاید احسان فراموش هوں گے —

هم اوپر اشارے کر آئے هیں کہ سیف الدولہ کے جود و سخا سے صرف شعراء هی بهرہ ور نہ هوتے تھے ، بلکہ علماء بھی اُس کے دربار سے ویسے هی مستفیض هوتے تھے - چنانچہ علی بن حسین ، المعروف بہ ابوالفرج اصفہانی ، مصنف اغانی ، جو از روئے خاندان اموی تھا ، مگر باوجود اس کے ازروئے مذهب شیعہ تھا - اصبہان کا رهنے والا تھا - سنہ ۲۸۴ ھ (سنہ ۸۹۷ ع) میں پیدا هوا اور سنہ ۳۵۶ ھ (سنہ ۹۶۶ ع) میں وفات پائی - بغداد میں تعلیم و تربیت پائی - هونے کو تو وہ متعدد کتابوں کا مصنف هے ، مگر اُس کی بڑی شهرت اُس کی بے مثل و لا زوال کتاب " کتاب الاغانی " سے هے - یہ اُس کی پچاس برس کی کمائی هے - اُس نے اس کا ایک نسخہ اپنے قلم سے لکھہ کر سیف الدولہ کے حضور میں پیش کیا اور ایک هزار دینار انعام پائے - سیف الدولہ کی قدر دانی اس سے معلوم هوتی هے کہ اُس نے یہ بیش قرار انعام بھی دیا اور عذر بھی کیا کہ وہ کما حقہ انعام نہ دے سکا * —

ابو نصر الفارابی ، ماوراء النهر کا رهنے والا تھا - فلسفے میں اُس کا یہ درجہ هے کہ معلم ثانی کهلاتا هے - اس نے بغداد میں طب و فلسفہ کی تعلیم پائی - موسیقی کا ماهر کامل مانا جاتا هے - مشهور هے کہ " قانون " کا موجد وهی هے - سیف الدولہ کی شهرت اُسے حلب میں کھینچ لائی - سیف الدولہ کے خوان کرم اور دست سخا سے وہ بھی فیض یاب هوا - آخر تارک الدنیا هوگیا اور دمشق جا رها - یهیں ایک ایک باغ میں درس دیتا تھا - اتنی دور رہ کر بھی وہ سیف الدولہ کے بذل و نوال

* ابن خلکان ، ج ا ص ۳۳۴ - ارشاد الاریب ، ج ا ، ص ۱۳۹ و مابعدہ -

سے محروم نہ رہا۔ اُس کے دربار سے مادام الحیات اُس کو چار درھم روزانہ ملتے تھے۔ اس سے زیادہ لینے سے اُس نے انکار کر دیا اور اسی رقم کو کافی بتلایا، ورنہ ایسا شخص نہ معلوم کتنا کچھہ پاتا۔ اُس نے سنہ ۳۳۹ ھ (سنہ ۹۵۰ ع) میں اسی برس کی عمر پا کر انتقال کیا۔

مشہور نحوی ابو علی حسین بن احمد بن عبدالغفار فارسی مدتوں تک سیف الدولہ کے دربار میں رہا اور اُس کے دست کرم سے بہرہ ور ہوتا رہا۔ اس نے سنہ ۳۶۹ ھ (سنہ ۹۷۹ ع) میں وفات پائی۔

بصرہ اور اہواز کے قاضی ابوالقاسم تنوخی اپنے عہدے سے معزول ہوے تو حلب پہنچے اور سیف الدولہ ہی کی سفارش پر نہ صرف بحال ہوے، بلکہ تنخواہ کا بھی اضافہ پایا۔

سیف الدولہ کے جود و سخا کے قصے اتنے ہیں کہ اتنے طول ہوجانے پر بھی ہم نے کچھہ نہیں بیان کیا۔ اس کے لیے ایک مستقل رسالے کی ضرورت ہے؛ اس لیے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

اب ہم سیف الدولہ کی خانگی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ اُس کا سلوک اپنے اعزا کے ساتھہ کیسا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کی تفصیل ملنی محال ہے۔ جو کچھہ ہم معلوم کرسکے ہیں اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھہ اس کا سلوک نہایت اچھا تھا۔ اس نے اپنی والدہ کو ہمیشہ اپنے ساتھہ رکھا۔ ظاہر ہے کہ اُس کی خدمت و اطاعت کو اپنے لیے باعث فخر سمجھا ہوگا۔ اس کی بہن، خولہ، ہمیشہ اس کی ہم درد رہی۔ جس رنگ میں متنبی نے اس کی بہن کا مرثیہ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیف الدولہ کو اپنی بہن کے انتقال کا بےحد صدمہ ہوا تھا۔

مشہور شاعر اور فارس، ابوفراس حارث بن سعید، اُس کا چچا زاد بھائی تھا۔ سیف الدولہ نے شروع ہی سے اُس کو پرورش کیا اور اپنے دربار کا رکن رکین بنائے رکھا؛ یہاں تک کہ جب کبھی سیف الدولہ حلب سے باہر جاتا تو اسی ابوفراس کو نائب السلطنت اور اپنا قائم مقام بنا جاتا۔

اپنے اعزا سے خوش سلوکی کا سب سے زیادہ قابلِ ذکر اور لائق تعریف وہ سلوک ہے جو سیف الدولہ نے اپنے بڑے بھائی ناصر الدولہ کے ساتھہ مرعی رکھا - ناصر الدولہ بنی بویہ سے شکست کھا کر اُس کے پاس پناہ گزین ہوا - اُس نے اپنے بھائی کو باپ کی جگہ سمجھہ کر اُس کی خدمت بالکل خدمت گاروں کی طرح کی' تاکہ گزشتہ مصائب اور شکست کا خیال ناصر الدولہ کے دل سے محو ہو جائے - اتنا ہی نہیں' بلکہ دربارِ خلافت میں اُس کی سفارش کی اور سعی کر کے بنی بویہ کو ایک رقم خطیر اپنے پاس سے بہ طور جرمانہ ادا کر کے ناصر الدولہ کی مصیبتوں کا خاتمہ کرا دیا - یہ دیکھہ کر افسوس ہوتا ہے کہ ناصر الدولہ نے سیف الدولہ کے اس سلوک کا معاوضہ کچھہ اچھا ادا نہیں کیا - سیف الدولہ کی آخری عمر میں جب یونانیوں نے اُس کو گھیر لیا اور اُس کو مفر کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تو اُس نے اپنے بھائی سے مدد چاہی' لیکن یہاں سے صاف جواب دے دیا گیا —

جہاں موقع اور ضرورت ہوتی ہے خود سیف الدولہ بھی عزیز داری کو بالائے طاق رکھہ دیتا ہے - اخشید کے خاندان سے اس نے تعلقات مصاہرت پیدا کیے - مگر جب موقع آیا تو دمشق کو دبا بیٹھا - اس وقت نہ اس نے عزیز داری کا لحاظ کیا' نہ صلح کا خیال کیا' جواب تک قائم تھی - اصلیت یہ ہے کہ یہ مصاہرت بھی سیاسی تھی اور ضرورت بھی سیاسی - ایسے موقعوں پر فلاں ابن فلاں چیزے نیست ! —



قوانین قدرت سب پر یکساں حاوی ہیں اور اُس ملک الملوک کے نزدیک شاہ و گدا کا کوئی امتیاز نہیں - بادشاہ اپنے تخت پر ٹھیک اُسی طرح جان آفرین کو اپنی جان سونپتا ہے' جیسے ایک گدائے بے نوا خاک پر - مبارک ہیں وہ جو (شاہ ہوں یا گدا) اپنا نام نیک دنیا میں چھوڑ جائیں اور دنیا میں نہ ہونے پر بھی اخلاف کے لیے باعث رحمت و برکت ہوں —

سیف الدولہ کی آخری عمر سخت پریشانیوں اور مشکلات میں گزری - اندرونی و بیرونی دشمن اس کو گھیرے ہوئے تھے - یونانی اس کی سرحد پر برابر منڈلا رہے تھے - اس کے رفقائے کار اسے چھوڑ چکے تھے - ان میں سے اکثر نے اسے دغا دی - مسلسل

افکار اور بیماری سے وہ کمزور ہوچکا تھا اور اس قابل نہ رہا تھا کہ ان مشکلات کا سد باب کرسکے۔ اس کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ وہ گھوڑے پر بھی سوار ہونے سے مجبور ہوگیا تھا۔ مگر واہ رے سیف الدولہ! اسی زمانے میں اس کی ہمت و پامردی و ثابت قدمی کا سب سے زیادہ اظہار ہوتا ہے اور کوئی واقعہ ایسا نہیں ملتا کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ وہ گھبرایا ہوا ہے۔ اس کی فطری مستقل مزاجی جوں کی توں قائم رہی۔ کچھ شک نہیں کہ وہ اس اطمینان کو لیے ہوئے دنیا سے گیا ہو کہ جو کام مجھے تفویض ہوا تھا وہ میں نے بہ احسن وجہ پورا کردیا۔ ایسی موت پر ہزار زندگیاں قربان ہیں۔ مرتے دم اس نے اپنے بیٹے کے لیے ایک وسیع اور پرامن سلطنت چھوڑی اور باقی اخلاف کے لیے بے بہا خزانے۔ ارحم الراحمین اس کی قبر کو ٹھنڈا رکھے آمین —

